رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۳۵

الفضل

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ۔ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

خطبہ نمبر

قادیان

روزنامہ

THE DAILY
ALFAZL, QADIAN

جلد ۲۴ | مورخہ ۲۳ ذوالحجہ ۱۳۵۴ھ | یوم سہ شنبہ | مطابق ۱۷ مارچ ۱۹۳۶ء | نمبر ۲۱۴

خطبۂ جمعہ

ہر ایک معذور سے معذور احمدی بھی خدمتِ دین میں کس طرح حصہ لے سکتا ہے

ارادۂ نیک اور دعائے اضطرار کہ دعا کے مقابلہ میں ساری دنیا کی بادشاہتیں بھی ہیچ اور ذلیل ہو جاتی ہیں

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۸ فروری ۱۹۳۶ء

یہ وہ خطبۂ جمعہ ہے جس کے متعلق حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ کہ اس خطبہ کو تمام جماعتیں پڑھ کر سنا دیں۔ اور جو لوگ جمعہ میں نہ آ سکیں ان کے گھروں پر جا کر انہیں پڑھ کر سنائیں اور بار بار پڑھا جائے۔

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

میں نے تحریک جدید کے سلسلہ میں ۱۹۳۴ء میں جو امور جماعت کے سامنے پیش کئے تھے۔ وہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ سب بیان ہو چکے ہیں۔ سوائے اس کے جسے میں نے انیسواں مطالبہ قرار دیا تھا اور وہ یہ تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اسلام کو دنیا کے تمام انسانوں کے لئے بنایا ہے۔ اور ہر انسان کو اس کی خدمت اور اس کی اعانت کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ اور ہر انسان کو ان انعامات کا حقدار قرار دیا ہے۔ جو انعامات

اسلام کی اعانت اور اس کی تائید

کی وجہ سے انسان کو حاصل ہو سکتے ہیں۔ مگر بہت سی تجویزیں اور بہت سی تحریکیں اور بہت سی تدبیریں جو اسلام کی ترقی کے لئے کی جاتی ہیں۔ ایسی ہوتی ہیں۔ کہ ہر انسان اُن میں حصہ نہیں لے سکتا۔ مثلاً مالی تحریک ہے۔ دُنیا میں کئی انسان ایسے ہوتے ہیں جو اپنے پاس مال نہیں رکھتے۔ اور اس وجہ سے مالی تحریکات میں حصہ نہیں لے سکتے۔ یا کئی جانی تحریکیں ہیں۔ کہ جن میں ہر انسان حصہ نہیں لے سکتا۔ کوئی معذور ہوتا ہے۔ کوئی بیمار ہوتا ہے کوئی لولا لنگڑا ہوتا ہے۔ اور کوئی بوڑھا ہوتا ہے۔ غرض

کئی قسم کی معذوریاں

ایسی ہوتی ہیں۔ کہ جن کی وجہ سے بعض لوگ جسمانی خدمات سے محروم ہو جاتے ہیں۔ پھر کئی فنی باتیں ہوتی ہیں۔ اور اہلِ فنون ہی ان میں حصہ لے سکتے ہیں۔ دوسرے ان میں حصہ لینے سے محروم رہتے ہیں۔ مثلاً زخمیوں کی مرہم پٹی ہے۔ اگر کسی وقت اس خدمت کا موقعہ ملے۔ تو اس میں ایسے ہی مرد اور عورتیں حصہ لے سکتی ہیں جنہیں مرہم پٹی کرنا آتا ہو۔ یا اگر کسی وقت

آہنگری کے علم کی ضرورت

پڑے۔ تو آہنگر ہی کام آ سکتا ہے۔ یا نجاری کے متعلق ضرورت محسوس ہو۔ تو نجار ہی کام آئے گا۔ دُوسرے لوگ نہیں۔ یا اگر معماری کے سلسلہ میں بعض لوگوں کی خدمات کی ضرورت ہو۔ تو معمار ہی قربانی کر سکتا ہے۔ دوسرے لوگ نہیں کر سکتے۔ پس باوجود تمام کوششوں اور نیک ارادوں کے پھر بھی بنی نوع انسان کا ایک حصہ ایسا رہ جاتا ہے۔ جو

جانی یا مالی یا فنی خدمات

میں حصہ لینے کے قابل نہیں ہوتا۔ اور سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اسلام کی تعلیم جو تمام بنی نوع انسان کے لئے ہے۔ جس میں غریب بھی شریک ہیں۔ اور امیر بھی۔ بڑے بھی شریک ہیں اور چھوٹے بھی۔ معذور بھی شریک ہیں۔ اور غیر معذور بھی۔ عورتیں بھی شریک ہیں۔ اور مرد بھی۔ بچے بھی شریک ہیں اور بوڑھے بھی اس اسلام کے کسی حکم پر جو لوگ لبیک کہنے سے معذور ہوں وہ کیا کریں۔ جب اسلام مالی تحریک کے لئے بلائے۔ تو غرباء کیا کریں۔ جب جسمانی تائید کے لئے بلائے۔ تو اپاہج کیا کریں۔

جب کھلے میدانوں میں کام کرنے کے لئے بلائے۔ تو عورتیں کیا کریں۔ جب

طاقت وقوت کا مظاہرہ

چاہیئے۔ تو اس وقت بچے اور بوڑھے اور بیمار کیا کریں۔ اور جس وقت علم کی استعداد چاہیئے اس وقت جاہل اور ان پڑھ کیا کریں۔ غرض کوئی علاج اسلام میں ایسا بھی ہونا چاہیئے۔ اور کوئی تدبیر اس قسم کی بھی چاہیئے۔ کہ ہر شخص جو مسلمان کہلاتا ہے۔ چاہے وہ کسی حالت میں پڑا ہوا ہو۔ اپنے رب کی آواز پر لبیک کہہ سکے۔ اور اپنی طاقت وقوت کے مطابق اس میں حصہ لے سکے۔ تا بنی نوع انسان میں سے کوئی انسان ایسا نہ ہو۔ جو یہ کہہ سکے۔ کہ اے خدا تیری آواز دوسروں کے لئے تو تھی۔ مگر میرے لئے نہیں تھی۔ اور تا کوئی ایسا بندہ نہ ہو۔ جسے خدا تعالےٰ کہے کہ تو میرے دین کی خدمت نہیں کر سکتا تھا۔ پس نہ بندے کے لئے موقعہ ہونا چاہیئے کہ وہ

حسرت کا اظہار

کرے۔ اور کہے کہ میں دین کی کوئی خدمت نہیں کر سکتا تھا۔ اور نہ ہمارا خالق اپنے کسی بندے سے کہے کہ تو میرے دین میں کسی مصرف کا نہ تھا۔ ہمارا خدا رب العالمین ہے۔ اور رب العالمین کی آواز تمام بنی نوع انسان کے لئے ہے چاہے وہ کمزور ہوں یا طاقتور جوان ہوں یا ادھیڑ عمر کے۔ بچے ہوں یا بوڑھے۔ عالم ہوں یا جاہل۔ پھر خواہ وہ

فنون سے واقفیت

رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں۔ مال رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں۔ اور بنی نوع انسان میں سے ہر شخص کے اندر کوئی نہ کوئی ایسی طاقت ہونی چاہیئے۔ جس سے خدمت دین میں کام لے کر وہ فخر کر سکے۔ اور کہہ سکے کہ میں نے بھی اپنے رب کی آواز کو سنا۔ اور اس کا جواب دیا۔ بے شک اللہ تعالےٰ

بے انتہا رحم کرنے والا

ہے اور وہ اپنے رحم سے جس کو چاہے بخش دے۔ کون اس کے ہاتھ کو روک سکتا ہے اگر وہ فیصلہ کر دے۔ کہ نمرود اور شداد اور فرعون کو جنت میں داخل کر دیا جائے۔ تو کون اسے روک سکتا ہے۔ یا فیصلہ کر دے کہ عتبہ اور شیبہ اور ابوجہل کو معاف کر دیا جائے تو کون اسے منع کر سکتا ہے۔ وہ مالک اور آقا ہے۔ کون ہے جو اس پر اعتراض کرے کون ہے جو اس کے ہاتھ کو روک سکے۔ پس وہ ان بوڑھوں۔ اپاہجوں کمزوروں۔ ناطاقتوں اور جاہلوں کو اپنے فضل سے جنت میں لے جا سکتا ہے۔ جنہیں اس کے دین کی خدمت کرنے کا کوئی موقعہ نہ ملا۔ مگر سوال یہ ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں کیا احساس ہوگا۔ بے شک ایک رنگ میں سب ہی

خدا تعالےٰ کے فضل سے نجات

پائیں گے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اہل بیت میں سے ایک کے سوال پر فرمایا کہ میری نجات بھی اللہ تعالےٰ کے فضل پر ہی منحصر ہے۔ یہ سب سچ ہے۔ مگر ایک فضل اعمال کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے اور ایک بغیر اعمال کے فضل ہوتا ہے۔ ایک مومن کا جنت میں جانا اور ایک کافر کا جنت میں جانا دونوں اللہ تعالےٰ کے فضل کا نتیجہ ہیں۔ مگر ان دونوں میں

بہت بڑا فرق

بھی ہے۔ ایک مومن کی گردن فخر سے اونچی ہوتی ہے۔ اور وہ کہتا ہے۔ میں نے اپنے رب کی آواز کو سنا۔ اور اس پر حتی المقدور عمل کرنے کی کوشش کی۔ اس کے نتیجہ میں خدا تعالےٰ نے مجھ پر فضل کیا۔ اور جنت میں داخل کر دیا۔ مگر کافر کی گردن شرم سے نیچی ہوتی ہے۔ وہ کہتا ہے۔ میں نے اپنے رب کی آواز کو سنا۔ اور اس کا انکار کیا۔ مگر اس نے پھر بھی اپنے فضل سے مجھے جنت میں داخل کر دیا۔ پس گو نتیجہ ایک ہے مگر دونوں کے ذرائع میں فرق ہے۔ اور دونوں کے احساسات اور جذبات میں فرق ہے یہ تمہارے اپنے اختیار میں ہے۔ کہ تم ایک ہی دسترخوان پر اپنے بیٹے کو بٹھاؤ۔ اور اسی پر ایک فقیر کو بٹھا دو۔ بے شک کھانا ایک ہوگا۔ مزہ ایک ہوگا۔ مگر تمہارا بچہ جب کھانا کھا رہا ہوگا۔ تو گو وہ سمجھیگا کہ مجھ پر میرے

باپ کا احسان

ہے۔ مگر وہ ساتھ ہی کہے گا۔ میرا حق بھی ہے۔ کہ میں کھاؤں۔ لیکن وہی کھانا فقیر کھائیگا۔ اور کہے گا۔ میرا حق تو کوئی نہیں۔ صرف اس کی نوازش ہے۔ جس نے مجھے اپنے دسترخوان پر بٹھا لیا۔ تو چیز ایک ہے۔ نظارہ ایک ہے۔ مزہ ایک ہے۔ لیکن

احساسات اور جذبات مختلف ہیں

اسی طرح بے شک یہ درست ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اس اپاہج اس جاہل اس غریب اور اس کمزور کو بھی جنت میں لے جا سکتا ہے۔ جس نے دین کی کوئی خدمت نہ کی ہو۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ وہ اپنے دوسرے مومن بھائیوں کے سامنے گردن کس رنگ میں اٹھائیگا ایک مومن جس نے تمام عمر جہاد میں گزار دی اور مرنے کے بعد خدا تعالےٰ نے اسے جنت میں داخل کیا۔ وہ کہے گا میں بے شک کمزور ہوں۔ مگر خدا تعالےٰ نے مجھے جس قدر طاقتیں دیں۔ ان کے مطابق میں نے اس کی راہ میں کام کیا۔ اور اس نے مجھے جنت میں داخل کر دیا۔ ایک مومن جس نے دنیا میں مالی قربانی کی اور مرنے کے بعد خدا تعالےٰ نے اسے جنت دے دی۔ وہ کہیگا۔ کہ میں بالکل کمزور تھا۔ اور مال خدا تعالےٰ کا ہی عطا کردہ تھا۔ مگر اسی کی توفیق کے ماتحت میں نے وہ مال اس کی راہ میں خرچ کیا۔ اور خدا تعالےٰ نے مجھے جنت دی۔ ایک اہل فن اور حرفہ جس نے دین کی خدمت کے لئے اپنی فنی زندگی وقف کر دی۔ اور مرنے کے بعد جنت میں داخل ہوا وہ کہے گا۔ میں بے شک کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اور یہ محض اللہ تعالےٰ کا احسان تھا۔ کہ اس نے مجھے فن اور حرفہ سکھایا۔ مگر میں ان سے تو اچھا رہا۔ جنہیں خدا تعالےٰ نے فن اور حرفہ سکھایا۔ اور انہوں نے اپنے رب کی آواز بھی سنی۔ مگر اس پر عمل نہ کیا۔ میرے پاس جو کچھ تھا۔ وہ میں نے خرچ کر دیا۔ اور جو فن آتا تھا۔ اس سے دین کی خدمت کر دی۔ مگر جو مومن نہ اپنے پاس مال رکھتا تھا۔ کہ مالی خدمت کرتا نہ طاقت رکھتا تھا۔ کہ

جسمانی خدمات

بجا لاتا اور جہاد کرتا۔ نہ علم رکھتا تھا۔ کہ تبلیغ کر سکتا۔ وہ مومن جس کو ایمان تو نصیب ہوا۔ لیکن زبان نصیب نہ ہوئی۔ کہ اس سے کام لے۔ وہ مومن جسے ایمان تو نصیب ہوا۔ مگر ہاتھ نصیب نہ ہوئے۔ کہ ان سے کام لے۔ وہ مومن جسے ایمان تو نصیب ہوا۔ لیکن پاؤں نصیب نہ ہوئے۔ کہ ان سے خدا تعالےٰ کی راہ میں کام لے۔ بے شک وہ جنت میں داخل ہو جائے۔ لیکن بتاؤ وہ کیا کہے گا۔ کیا وہ یہ کہے گا۔ کہ میرے رب نے مجھے انسان تو بنایا۔ لیکن

انسانی کاموں کی توفیق

نہ دی۔ اور اب مجھے جنت میں لے تو آیا ہے مگر جنت کے حصول کے کاموں میں میرا کوئی حصہ نہیں۔ کیا تم سمجھ سکتے ہو۔ کہ ہمارا خدا جو غیور خدا ہے۔ جو اپنے بندوں پر انتہائی رحم اور شفقت کرنے والا ہے۔ اس نے بندوں کو ایسی حالت میں چھوڑ دیا ہوگا۔ اور ان کی اس حسرت کا کوئی علاج نہ کیا ہوگا۔

میں نے سنہ ۳۴ء میں بتایا تھا۔ کہ

ہمارے خدا نے ایک تدبیر بتائی

ہوئی ہے۔ جس سے وہ اپاہج جو ہاتھ نہیں ہلا سکتے۔ وہ گونگے جن کی زبانیں نہیں۔ وہ غریب جن کے پاس مال نہیں۔ وہ کمزور اور نحیف جو چارپائی سے اٹھنے کی بھی طاقت نہیں رکھتے۔ وہ سب اس وقت تک کہ وہ انسان کہلاتے ہیں اور انسان رہتے ہیں ویسی ہی دین کی خدمت کر سکتے ہیں۔ جیسے وہ تندرست جو جہاد میں شامل ہوتے ہیں۔ اور جیسے وہ مجاہد جو دین کی خدمت کے لئے اپنے ملکوں سے باہر جاتے ہیں۔ وہ کیا چیز ہے وہ یہ ہے۔ کہ قرآن مجید نے اس تعلیم کو دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ کہ

ارادۂ نیک اور دعائے اضطرار

اعمال حسنہ میں سے ایک بہت بڑا عمل ہے۔ لوگوں نے غلطی سے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہاتھ پاؤں کا ہلانا ہی عمل ہے۔ مگر قرآن مجید نے دنیا کے سامنے یہ نکتہ پیش کیا ہے۔ کہ

دل کا مستقل ارادہ

بھی عمل ہے۔ اور دعا بھی عمل ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ایک جہاد میں تشریف لے گئے۔ جس میں مسلمانوں کو بہت سی دقتیں پیش آئیں۔ تو آپ کو محسوس ہوا۔ کہ بعض صحابہؓ یہ خیال کرنے لگے ہیں۔ کہ انہوں نے دین کی خدمت دوسروں سے نمایاں طور پر کی ہے۔ اس پر آپ نے صحابہؓ کی طرف دیکھا۔ اور فرمایا۔ کچھ لوگ مدینہ میں ایسے رہتے ہیں۔ کہ تم کسی وادی میں سے نہیں گزرتے اور کوئی تکلیف خدا تعالےٰ کے رستہ میں برداشت نہیں کرتے۔ مگر جس طرح تمہیں ثواب ملتا ہے۔ اسی طرح انہیں بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے ثواب مل رہا ہے۔ انہوں نے کہا۔ یا رسول اللہ یہ کیونکر ہم اسلام کی خدمت کے لئے باہر نکلے ہوئے ہیں۔ خدا تعالےٰ کی راہ میں جہاد کر رہے ہیں اپنے مالوں۔ اور اپنی جانوں کو قربان کر کے

طرح طرح کی تکلیفیں

اٹھا رہے ہیں۔ اور وہ مدینہ میں آرام سے بیٹھے ہیں۔ پھر وہ اسی ثواب کے مستحق کیونکر ہو سکتے ہیں جس کے ہم ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ ٹھیک ہے۔ مگر جن کا میں ذکر کر رہا ہوں۔ وہ وہ معذور لوگ ہیں۔ کہ اگر ان کے ہاتھ پاؤں ہوتے۔ تو وہ بھی جہاد کے لئے نکلتے اگر ان کے پاس مال ہوتا۔ تو وہ بھی خدا تعالےٰ کی راہ میں اسے خرچ کرتے۔ اگر ان کے پاس طاقت ہوتی۔ تو وہ بھی اس سے کام لے کر خدا تعالےٰ کے دین کی مدد کرتے۔ مگر اُن کے پاس کچھ نہیں وہ معذور ہیں۔ اور اپنی معذوری کو دیکھ کر اُن کے دل مدینہ میں بیٹھے خون ہو رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کاش ہمارے پاس مال ہوتا۔ کاش ہمارے پاس طاقت ہوتی۔ تو آج ہم بھی جہاد کرتے۔ پس وہ خدا تعالےٰ کے حضور تم سے کچھ کم ثواب کے مستحق نہیں۔ بلکہ

ویسے ہی ثواب کے مستحق

ہیں۔ جیسے تم ہو۔ اور گو اُن کے پاس سامان نہیں۔ مگر ان کا ارادہ یہی ہے۔ کہ اگر سامان ہوتا۔ تو ہم اس سے کام لے کر خدا تعالےٰ کی راہ میں نکل کھڑے ہوتے۔ پس ان کا ارادہ خود عمل ہے۔ اور وہ بھی ویسے ہی ثواب کا مستحق ہے جیسے اور انسانی اعمال۔

حقیقت یہ ہے کہ

نیک ارادہ نیک عمل سے مشکل ہوتا ہے

تم نیک عمل منافقت سے کر سکتے ہو۔ مگر تم نیک ارادہ منافقت سے نہیں کر سکتے۔ ایک کمزور سے کمزور انسان منافقت کے ساتھ نیک عمل کر سکتا ہے۔ مگر ایک طاقتور سے طاقتور انسان منافقت کے ساتھ نیک ارادہ نہیں کر سکتا۔ پس ارادے کی طاقت عمل سے زیادہ ہوتی ہے۔ تم عمل کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال سکتے ہو۔ لیکن ارادہ کو اس وقت تک اپنی مرضی کے مطابق نہیں ڈھال سکتے۔ جب تک تم اپنے ذہن میں اس

ارادہ کے مطابق تبدیلیاں

پیدا کرنے میں کامیاب نہ ہو جاؤ۔ پھر تم کس طرح کہہ سکتے ہو کہ ہاتھ پاؤں کا عمل زیادہ قیمتی شئے ہے۔ اور دل کا عمل بے حقیقت شئے ہے خصوصاً جبکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ عمل ارادہ کے تابع ہے جب ارادہ ایک طاقت پکڑ لیتا ہے۔ تو جس میں قوتِ عمل نہ ہو۔ اُس سے بھی اپنے منشار کے مطابق عمل کرا لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ انما الاعمال بالنیات یعنی عمل نیتوں کے تابع ہوتے ہیں جیسے جیسے نیت بدلتی چلی جاتی ہے اسکے مطابق اعمال کی شکل بھی تبدیل ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور ایک ہی کام جو ایک کے لئے ترقی اور روحانی بلندی کا موجب ہوتا ہے۔ نیت کے بدل جانے کی وجہ سے دوسرے کے لئے ذلت اور رسوائی کا موجب بن جاتا ہے چنانچہ دیکھ لو۔ وہ نماز جو

خدا تعالےٰ کی خوشنودی کا موجب

ہے۔ وہ نماز جو الٰہی محبت میں بےتاب ہو کر جب ادا کی جاتی ہے۔ تو انسان کو خدا تعالےٰ کے قریب کر دیتی ہے وہی نماز ایک دوسرے وقت دوسرے انسان کے لئے باوجودیکہ نماز کی وہی شکل رہتی ہے۔ عبارتیں وہی پڑھی جاتی ہیں۔ وقت اتنا ہی خرچ کیا جاتا ہے۔ بلکہ زیادہ کیونکہ اس میں ریار کا پہلو بھی شامل ہوتا ہے دکھ اور عذاب کا موجب بن جاتی ہے۔ جیسے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ویلٌ للمصلّین۔ کہ ایک نمازی ایسے ہوتے ہیں۔ جن پر خدا تعالےٰ کا عذاب ہوتا ہے۔ تو نیتوں کی تبدیلی کی وجہ سے انسانی اعمال کی شکل بالکل تبدیل ہو جاتی ہے۔ ایک ڈاکٹر بھی

مریض کے جسم میں چاقو

مارتا ہے۔ اور ایک قاتل بھی چاقو مارتا ہے۔ مگر ایک کو تم فیس دیتے ہو۔ اور دوسرے کو پھانسی کی سزا دلوانے کی کوشش کرتے ہو۔ مارتے دونوں چاقو ہیں۔ مگر ایک کے تم ممنونِ احسان ہوتے ہو۔ اور دوسرے کے دشمن ہو جاتے ہو۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ اُن دونوں کے پیچھے مختلف ارادے کام کر رہے ہوتے ہیں۔ ایک کا ارادہ شفا دینے کا ہوتا ہے۔ اور دوسرے کا ارادہ چاقو مار کر ہلاک کرنا ہوتا ہے:۔

پس اعمال ہمیشہ ارادہ کے تابع ہوتے ہیں۔ اور جب کوئی

خدمتِ دین کا پختہ ارادہ

کرتا ہے۔ اور ہر وقت یہ خیال اس کے دل پر غالب رہتا ہے۔ کہ کاش اس کو توفیق ملتی۔ اور وہ بھی اپنے دُوسرے بھائیوں کی طرح خدمتِ دین کر سکتا۔ لیکن سامانوں کی عدم موجودگی کی وجہ سے اس ارادہ کو عملی صورت میں ظاہر نہیں کر سکتا۔ تو وہ بھی خدا تعالےٰ کے حضور ویسا ہی سمجھا جاتا ہے جیسے خدمتِ دین کرنے والا۔ اور یہ نیک ارادہ اُسے دُوسرے سے پیچھے نہیں کرتا۔ بلکہ ان کے برابر رکھتا۔ اور خدا تعالےٰ کے قریب کر دیتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ اس قسم کے ارادہ کو عمل سمجھتا ہے۔ بلکہ

اعمال میں سے بہت بڑا عمل

قرار دیتا ہے۔ جو شخص مضبوط ارادہ دین کی خدمت کا رکھتا ہے۔ وہ ویسا ہی ہے۔ جیسے خدمتِ دین عملی صورت میں کرنے والا۔ بشرطیکہ ارادہ کے ساتھ عمل کی قوت اس میں نہ ہو اور اگر عمل کی قوت تو ہو۔ لیکن صرف ارادے پر اکتفا کرے۔ تو وہ منافق ہے۔ اور اس قسم کا ارادہ بجائے اللہ تعالےٰ کی رحمت جذب کرنے کے اس کے عذاب کا موجب بن جاتا ہے۔ لیکن عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ لوگ

ارادہ اور خیال میں فرق

نہیں کرتے۔ حالانکہ خیال اور چیز ہے۔ اور ارادہ اور چیز۔ لوگ عام طور پر سمجھتے ہیں۔ کہ جب اُن کے دل میں کوئی نیک خیال پیدا ہو۔ تو وُہی ارادہ ہوتا ہے۔ اور اس وجہ سے وہ اس دھوکہ میں آ سکتے ہیں۔ کہ گویا ان کے نیک ارادے ہیں۔ حالانکہ وہ ارادے نہیں۔ بلکہ خیالات ہوتے ہیں۔ اور خیال۔ اور ارادہ میں وہی فرق ہوتا ہے۔ جو ایک

باپ اور اجنبی آدمی کے احساسات

میں اس وقت فرق ہوتا ہے۔ جب وہ بچہ کو دیکھتے ہیں۔ بچہ وہی ہوتا ہے۔ ہاتھ۔ پاؤں اس کے وُہی ہوتے ہیں۔ خدوخال وُہی ہوتا ہے۔ لیکن جب اُسے باپ دیکھتا ہے۔ تو اس کے دل میں اور قسم کے احساسات پیدا ہوتے ہیں۔ اور جب اجنبی دیکھتا ہے۔ تو اور قسم کے احساسات پیدا ہوتے ہیں۔ دونوں کے دل میں بچہ کو دیکھ کر خیال تو پیدا ہوتا ہے۔ مگر ایک

ادنےٰ خیال

ہوتا ہے۔ اور ایک اعلےٰ۔ اسی طرح ارادہ اور خیال میں فرق ہے۔ ارادہ اس قوت کو کہتے ہیں۔ جس کے ماتحت اعمال صادر ہوتے ہیں۔ اور خیال اس علم کو کہتے ہیں۔ جو کسی کے متعلق حاصل ہو۔ تمہارے دل میں ہزاروں بار ایک چیز کا خیال آ سکتا ہے۔ بغیر اس کے کہ تم اس کا ارادہ کرو۔ اور گو ارادہ سے خیال جدا نہیں ہوتا۔ لیکن خیال سے ارادہ بسا اوقات جدا ہوتا ہے۔ اور

خیال بغیر ارادہ کے علم کی ایک کیفیت ہے

اور ارادہ علم اور عمل دونوں کا جامع ہے۔ گویا وہ مقام جس میں علم اور عمل باہم ملتے ہیں۔ اور جب انسان یہ فیصلہ کر لیتا ہے کہ میں نے فلاں کام کرنا ہے۔ اور اپنا قلب اور اس کا تمام ماحول اس کے لئے لگا دیتا ہے۔ اس کو ارادہ کہتے ہیں۔ اور اس طرح ارادہ اعمال کا خالق ہوتا ہے۔ مگر محض خیال عمل کا خالق نہیں ہوتا۔ یہی چیز ہے۔ کہ جب مذہبی امور کے متعلق ہو۔ تو اسے ایمان کہتے ہیں۔

ایمان خیال کا نام نہیں

ہزاروں ہندو ہیں۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سچا سمجھتے ہیں۔ ہزاروں عیسائی ہیں۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سچا سمجھتے ہیں۔ ہزاروں سکھ ہیں جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سچا سمجھتے ہیں۔ مگر تم نہیں کہتے۔ کہ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ

صداقت کا محسوس کر لینا علم ہے ایمان نہیں

ایمان اس حالت کو کہتے ہیں۔ جب انسان اس کے تابع ہو۔ اور وہ اپنے نفس کو کلیتہً اسی طرف لگا دے۔ اور زندگی کو اس ایمان کے طریق پر ڈھال لے۔ پس خالی صداقت کا قائل ہونا ایمان نہیں۔ بلکہ یقین کے اس مرتبہ کو پہونچ جانا۔ کہ

اعمال آپ ہی آپ اس کے مطابق ڈھلنے جاتے ہیں

ایمان کہلاتا ہے۔ بے شک کمزور حالت میں ایمان مخفی بھی ہو سکتا ہے۔ مگر اس مخفی ایمان کے یہ معنی ہوتے ہیں۔ کہ وہ عمل مخفی کرتا ہے یہ معنی نہیں ہوتے۔ کہ وہ عمل کرتا ہی نہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں آل فرعون میں سے ایک شخص کے متعلق آتا ہے۔ کہ یکتم ایمانہ وہ اپنے ایمان کو چھپاتا تھا۔ اس کے صرف یہ معنی نہیں۔ کہ وہ دل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سچا سمجھتا تھا۔ بلکہ یہ ہیں کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکا تھا۔ صرف اعمال اس کے ظاہر نہ تھے۔ پس ایمان دراصل عمل کے بغیر ہوتا ہی نہیں۔ لیکن اس ایمان سے حقیقی ایمان مراد ہے۔ رسمی ایمان مراد نہیں ایک ایمان نام کا ہوتا ہے۔ جیسے قرآن مجید میں آتا ہے۔ کہ بعض لوگ کہتے ہیں ہم ایمان لائے حالانکہ وہ مومن نہیں ہوتے۔ لیکن چونکہ ظاہری طور پر وہ ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں۔ قرآن مجید پر ایمان رکھنے کا ادعا کرتے ہیں۔ اس لئے ظاہری شکل کی وجہ سے ہم اسے ایمان کہہ دیتے ہیں حقیقت کے رو سے نہیں۔ جیسے مٹی کے بنے ہوئے آم یا مٹی کے بنے ہوئے سنگترے کو بھی ہم آم اور سنگترہ ہی کہتے ہیں۔ اگرچہ ان میں آم اور سنگترہ کی حقیقت نہیں ہوتی۔ پس چونکہ انسان کے

نیک ارادے اور نیک خیال میں امتیاز

مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے وہ امتیاز عمل سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ نیک ارادہ کے ماتحت انسان سے آپ ہی آپ اس کے مطابق عمل بھی ظاہر ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن نیک خیال کے ماتحت عمل کا پیدا ہو جانا ضروری نہیں ہوتا۔ پس نیک ارادہ اور نیک خیال میں یہی فرق ہے۔ کہ نیکی کے متعلق خیال پیدا ہو کر بھی عمل کی حالت ابھی بہت دور ہوتی ہے۔ لیکن نیکی کے ارادہ کے بعد ساتھ ہی عمل بھی شروع ہو جاتا ہے۔ جس سے صاف معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ ایک نے صرف خیالات تک اپنے آپ کو محدود رکھا۔ اور دوسرے نے عمل بھی شروع کر دیا۔ مگر بہر حال یہ سوال

پھر بھی رہ جاتا ہے۔ کہ وہ کمزور اور بے کس جنہیں خدا تعالیٰ نے اپنی آواز پر لبیک کہنے کی توفیق دی۔ مگر سامانوں کی عدم موجودگی کی وجہ سے وہ کوئی خدمت دین کا کام نہیں کر سکتے۔ ان کے لئے کونسا ایسا ذریعہ ہے۔ جس سے ان کی عملی قوت برقرار رہے۔ اور وہ بھی کر سکیں۔ کہ ہم نے بھی

خدا تعالیٰ کے دین کے لئے

جو طاقتیں ہمیں میسر تھیں لگا دیں۔ وہ عمل جیسا کہ میں نے گذشتہ سال بتایا تھا دعا ہے۔ دعا ان اعمال میں سے ہے۔ جس کے لئے کسی مال کی ضرورت نہیں۔ کسی علم کی ضرورت نہیں۔ کسی فن کی ضرورت نہیں۔ کسی طاقت و قوت کی ضرورت نہیں۔ اگر کسی کے ہاتھ نہیں۔ کہ وہ ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکے۔ اگر کسی کی کمر میں ہلنے جلنے کی طاقت نہیں۔ کہ وہ چارپائی سے اٹھ کر نماز کی حرکات ادا کر سکے۔ تب بھی وہ دعا کر سکتا ہے کیونکہ دعا ان چیزوں کی محتاج نہیں۔ بلکہ اگر اس کی پیٹھ اکڑ گئی ہے۔ تو وہ لیٹا رہے اور دعا کرے۔ اگر اس کی زبان پر فالج گرا ہوا ہے۔ اور وہ دعا کے لئے اپنی زبان ہلا نہیں سکتا۔ تو

دماغ میں دعائیہ فقرات کو دہرائے

اور اگر اس کا دماغ بھی جاتا رہے۔ تو پھر وہ انسانیت سے نکل گیا۔ ایسا انسان زندوں کی بجائے وفات یافتہ لوگوں میں شامل ہو جاتا ہے اور اس کا زمانہ عمل ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن جب تک ایک انسان دنیا میں رہتا ہے۔ اور انسانیت کی حدود سے وہ ادھر ادھر نہیں ہوتا۔ اس وقت تک معذور سے معذور انسان بھی عمل کر سکتا ہے۔ اور وہ دعا کا عمل ہے۔ اسے خدا تعالیٰ نے باقی اعمال سے کم حیثیت نہیں دی۔ بلکہ یقیناً

زیادہ حیثیت

دی ہے۔ سارے قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے یہ کہیں نہیں کہا۔ کہ اگر تم جہاد کرو گے۔ تو میں تمہارے پاس ضرور آ جاؤں گا۔ سارے قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے یہ کہیں نہیں کہا۔ کہ اگر تم نماز پڑھو گے تو میں تمہارے پاس ضرور آ جاؤں گا سارے قرآن کریم میں یہ کہیں نہیں کہا۔ کہ اگر

تم روزہ رکھو گے۔ تو میں ضرور تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔ غرض کسی عمل کے متعلق قرآن کریم میں یہ نہیں لکھا۔ کہ اس کے نتیجہ میں ضرور خدا تعالیٰ کا قرب انسان کو حاصل ہو جاتا ہے۔ مگر ایک عمل ہے۔ جس کے متعلق خدا تعالیٰ نے کہا ہے کہ اگر کوئی وہ عمل کرے۔ تو میں ضرور اس کے پاس پہنچ جاتا ہوں۔ اور وہ دعا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے امن یجیب المضطر اذا دعاہ۔ وہ کونسی ہستی ہے جو

بندہ کی دعائے مضطر

سن کر بے تاب ہو کر اس کے پاس آ جاتی ہے فرمایا وہ میں ہوں۔ تو یہ عمل سب اعمال سے زیادہ طاقتور ہے۔ کیونکہ طاقتور دراصل وہی عمل ہے۔ جس میں سب بنی نوع انسان شامل ہوں۔ اور جو عمل تمام روئے زمین کے انسانوں کو مساوات کے میدان میں لے آئے۔ نماز میں امتیاز ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ممکن ہے۔ ایک شخص کھڑا ہو کر نماز پڑھے اور دوسرا بیٹھ کر۔ روزہ میں امتیاز ہو سکتا ہے کیونکہ ممکن ہے ایک شخص میں روزہ رکھنے کی طاقت ہو۔ مگر دوسرے میں نہ ہو۔ تبلیغ میں امتیاز ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ممکن ہے ایک کو تبلیغ کرنی آتی ہو۔ اور دوسرے کو نہ آتی ہو۔ یا وہ علم نہ رکھتا ہو۔ یا تبلیغ کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ اسی طرح جہاد تربیت اور تلقین دین کے معاملات میں امتیاز نظر آ جائے گا۔ اور وہ مجبوری کا امتیاز ہو گا۔ مگر دعا میں مجبوری کا کوئی امتیاز نہیں۔ ہاں

مرضی کا امتیاز

ہو سکتا ہے۔ لیکن بہر حال دعا ایک ایسی چیز ہے کہ وہ گونگا جس کی زبان نہیں۔ وہ بہرہ جس کے کان نہیں۔ وہ مفلوج جس کے جسم کی حس ماری گئی ہو۔ اور گوشت کا ایک لوتھڑا بن کر چارپائی پر پڑا ہوا ہو۔ وہ بھی اسی جوش و خروش سے اپنے رب کے حضور دعا کا ہدیہ پیش کر سکتا ہے۔ جس طرح ایک تندرست اور طاقتور انسان۔ اور اس عمل میں بنی نوع انسان میں قطعاً کوئی امتیاز نہیں۔ ایک چارپائی پر پڑا ہوا بے حس انسان بھی جس میں حرکت کرنے کی تاب نہیں ہے اپنے خدا کے حضور

دعا کے ذریعہ عقیدت کا ہدیہ

پیش کر سکتا۔ اور وہ بھی خدا تعالیٰ کے فضلوں کو اسی طرح جذب کر سکتا ہے جس طرح اور انسان جو نماز پڑھتے روزہ رکھتے۔ اور احکام اسلامی پر عمل کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ پس دعا وہ چیز ہے جس نے دنیا کے تمام چھوٹوں اور بڑوں اور امیروں اور غریبوں کو ایک سطح پر لا کر کھڑا کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بعض صوفیا نے کہا

اسلام دعا کا نام ہے اور دعا اسلام ہے

اس کی وجہ یہی ہے کہ اسلام دنیا میں مساوات قائم کرنے کے لئے آیا ہے۔ مگر وہ کونسا عمل ہے جو سب کو مساوات بخشتا ہے۔ نماز سب میں مساوات قائم نہیں کرتی۔ کیونکہ عورتوں پر کچھ دن ایسے آتے ہیں۔ جب وہ نماز کی ادائیگی سے معذور ہو جاتی ہیں۔ پھر جب انسان بوڑھا ہو جائے۔ تو کھڑا ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اور زیادہ کمزور ہو جائے تو مسجد میں نماز کے لئے نہیں آ سکتا۔ اسی طرح حج ہے زکوٰۃ ہے۔ صدقہ ہے۔ اور اور بہت سے اعمال ہیں۔ جو خدا تعالیٰ نے انسان کی بہتری کے لئے دیئے۔ اور ہمیں ان سے مالا مال کیا۔ مگر کوئی عمل ایسا نہیں۔ جو سب کو ایک مقام پر لے آئے۔ اور حقیقی مساوات قائم کر کے دکھا دے سوائے نیک ارادہ یا دعا کے یا مذہبی نقطۂ نگاہ سے یہ کہو۔ کہ سوائے ایمان اور دعا کے۔ کیونکہ اسی چیز کا نام مذہبی اصطلاح میں ایمان بن جاتا ہے۔ جسے دنیوی اصطلاح میں نیک ارادہ کہتے ہیں۔ قوت ارادی جب خدا تعالیٰ کے تابع ہو جائے تو وہ ایمان بن جاتی ہے۔ لیکن جب آزاد ہو۔ تو صرف ارادی قوت کہلاتی ہے۔ جیسے خواہش جب انسان کے تابع ہو۔ تو محض خواہش کہلاتی ہے لیکن جب خدا تعالیٰ کے تابع ہو۔ تو دعا کہلاتی ہے پر یہ دو چیزیں ہیں مگر

دنیا میں عظیم الشان تغیر پیدا کر سکتی ہیں

یہ زمین اور آسمان کو ہلا سکتی ہیں۔ دنیا دار لوگوں نے اس قوت سے کام لیا۔ اور اس کا نام انہوں نے مسمریزم ہپناٹزم اور تجسس رکھا۔ اور اس کے لئے انہوں نے بڑی بڑی مشقیں کیں۔ مگر وہ سب دنیوی چیزیں ہیں۔ اور حقارت کے قابل ہیں۔

لیکن جس وقت یہ چیزیں خدا تعالےٰ کے دین کے رنگ میں رنگین ہو جاتی ہیں۔ انہیں ایمان اور دُعا کہتے ہیں۔ اور ان سے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جا سکتے ہیں۔

علم توجہ کیا ہے؟

وُہ محض چند کھیلوں کا نام ہے۔ لیکن دُعا وہ ہتھیار ہے۔ جو زمین و آسمان کو بدل دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ابھی دعوےٰ نہیں کیا تھا۔ صرف براہین احمدیہ لکھی تھی۔ کہ اس کی صوفیاء و علماء میں بہت شہرت ہوئی۔ پیر منظور محمد صاحب اور پیر افتخار احمد صاحب کے والد صوفی احمد جان صاحب اس زمانہ کے نہایت ہی خدا رسیدہ بزرگوں میں سے تھے۔ جب انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اشتہار پڑھا۔ تو آپ سے خط و کتابت شروع کر دی۔ اور خواہش ظاہر کی۔ کہ اگر کبھی لدھیانہ تشریف لائیں۔ تو مجھے پہلے سے اطلاع دیں۔ اتفاقاً انہی دنوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لدھیانہ جانے کا موقعہ ملا۔ صوفی احمد جان صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعوت کی۔ دعوت کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کے گھر سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ کہ صوفی احمد جان صاحب بھی ساتھ چل پڑے۔ وُہ رتڑ چھتڑ والوں کے مرید تھے۔ اور ماضی قریب میں رتڑ چھتڑ والے ہندوستان کے صوفیاء میں بہت بڑی حیثیت رکھتے تھے۔ اور تمام علاقہ میں مشہور تھے۔ علاوہ زہد و اتقاء کے انہیں علم توجہ میں اس قدر ملکہ حاصل تھا۔ کہ جب وہ نماز پڑھتے۔ تو ان کے دائیں بائیں بہت سے مریض صف باندھ کر بیٹھ جاتے نماز کے بعد جب وُہ سلام پھیرتے۔ تو سلام پھیرنے کے ساتھ ہی دائیں بائیں پھونک بھی مار دیتے جس سے بہت سے مریض اچھے ہو جاتے صوفی احمد جان صاحب نے ان کی

بارہ سال شاگردی

کی۔ اور وُہ ان سے چکی پسواتے رہے۔ مدا ستمیا انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں نے اتنے سال رتڑ چھتڑ والوں کی خدمت کی ہے۔ اور اس کے بعد مجھے وہاں سے اس قدر طاقت حاصل ہوئی ہے کہ دیکھئے میرے پیچھے جو شخص آرہا ہے۔ اگر میں اُس پر توجہ کروں۔ تو وُہ ابھی گر جائے۔ اور تڑپنے لگے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ سنتے ہی کھڑے ہو گئے۔ اور اپنی سوٹی کی نوک سے زمین پر نشان بناتے ہوئے فرمایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عادت تھی جب آپ پر خاص جوش کی حالت ہوتی۔ تو آہستگی سے اپنی سوٹی کے سر کو اس طرح زمین پر آہستہ آہستہ رگڑتے جیسے طرح کوئی چیز کرید کر نکالنی ہو) صوفی صاحب اگر وُہ گر جائے۔ تو اس سے آپ کو کیا فائدہ ہوگا۔ اور اس کو کیا فائدہ ہوگا۔ وُہ چونکہ دراصل میں اہل اللہ میں سے تھے۔ اور خدا تعالےٰ نے ان کو دوربین نگاہ دی ہوئی تھی۔ اس لئے یہ بات سنتے ہی اُن پر محویت کا عالم طاری ہو گیا۔ اور کہنے لگے۔ میں آج سے اس علم سے توبہ کرتا ہوں۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ دُنیوی بات ہے۔ دینی بات نہیں۔ چنانچہ اس کے بعد انہوں نے ایک اشتہار دیا۔ جس میں لکھا۔ کہ

یہ علم اسلام کے ساتھ مخصوص نہیں

چنانچہ کوئی ہندو اور عیسائی بھی اس علم میں ماہر ہونا چاہے۔ تو ہو سکتا ہے۔ اس لئے میں اعلان کرتا ہوں۔ کہ آج سے میرا کوئی مرید اسے اسلام کا جزو سمجھ کر نہ کرے۔ ہاں دُنیوی علم سمجھ کر کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ میں نے کہا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے انہیں دوربین نگاہ دی ہوئی تھی۔ اس کا ہمارے پاس ایک حیرت انگیز ثبوت ہے۔ اور وُہ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ابھی براہین احمدیہ ہی لکھی تھی کہ وُہ سمجھ گئے۔ یہ شخص مسیح موعود بننے والا ہے۔ حالانکہ اس وقت تک ابھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی یہ انکشاف نہیں ہوا تھا۔ کہ آپ کوئی دعوےٰ کرنے والے ہیں۔ چنانچہ انہی دنوں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک خط میں یہ شعر لکھا ؎

ہم مریضوں کی ہے تمہی پہ نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

یہ امر بتاتا ہے۔ کہ وُہ صاحب کشف تھے۔ اور خدا تعالےٰ نے انہیں بتا دیا تھا۔ کہ یہ شخص مسیح موعود ہونے والا ہے۔ وُہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوےٰ سے پہلے فوت ہو گئے۔ مگر وُہ اپنی اولاد کو وصیت کر گئے۔ کہ حضرت مرزا صاحب دعوےٰ کریں گے۔ انہیں ماننے میں دیر نہ کرنا۔ اسی تعلق کی بنا پر

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی شادی

ان کے ہاں ہوئی۔ غرض علم توجہ ایک دُنیوی چیز ہے زیادہ سے زیادہ لوگ یہ کر لیتے ہیں۔ کہ توجہ سے کسی کے دل میں وہم پیدا کر دیا۔ کسی کو بے ہوش کر دیا۔ بعض ماضی کے اخبارات دریافت کر لئے۔ بعض حال کے واقعات معلوم کر لئے۔ معمولی کو بے حس۔ اور بے حقیقت کر دیا۔ غرض اس قسم کے افعال علم توجہ سے ہو سکتے ہیں۔ اور ہوتے ہیں مگر دُعا کے مقابل اس کی کیا حقیقت ہے۔ علم توجہ کے اثرات انفرادی ہوتے ہیں۔ مگر دُعا کے اثرات انفرادی ہی نہیں۔ بلکہ مجموعی بھی ہوتے ہیں۔ پھر تم نے کبھی نہیں سُنا ہوگا۔ کہ علم توجہ سے کوئی شخص

حکومتوں کا تختہ الٹ دے

مذاہب باطلہ کو دُنیا سے نیست و نابود کر دے۔ مگر دُعا کے مقابلہ میں دُنیا کی ساری بادشاہتیں مل کر بھی ہیچ اور ذلیل ہو جاتی ہیں۔ اور جب خدا تعالےٰ کا ایک مسکین اور عاجز بندہ اپنی مسکنت کی چادر اوڑھ کر خدا تعالےٰ سے یہ کہتا ہے۔ کہ اے میرے رب تو میرا خالق اور میں تیرا بندہ ہوں۔ تیرا حق ہے۔ کہ تو مجھ سے جو چاہے کرے لیکن تیرے بندے مجھ پر کیوں ظلم کرتے ہیں۔ تب خدا تعالےٰ کی غیرت بھڑکتی اور بڑے بڑے جابر اور ظالم بادشاہوں کا اس طرح تختہ الٹ دیتی ہے۔ کہ ان کا نام و نشان تک مٹ جاتا ہے۔

ایک بزرگ کا واقعہ

لکھا ہے۔ کہ ان کے محلہ میں شاہی دربار کے بعض آدمی رات کو گانے بجانے کا شغل رکھتے۔ انہوں نے کئی دفعہ سمجھایا۔ کہ لوگوں کی نیندیں اور نمازیں خراب ہوتی ہیں۔ تم اس شغل کو ترک کر دو۔ مگر وُہ نہ مانے۔ جب انہوں نے بار بار کہا۔ تو اس خیال کے ماتحت کہ کہیں یہ محلہ والوں سے مل کر ہمیں روکنے کا تہیہ نہ کریں۔ انہوں نے شاہی پہرہ داروں کا انتظام کر لیا۔ جب اس بزرگ کو اطلاع ملی۔ تو انہوں نے کہا۔ اچھا۔ انہوں نے اپنی حفاظت کے لئے فوج بلائی ہے۔ تو ہم بھی رات کے تیروں سے ان کا مقابلہ کریں گے۔ معلوم ہوتا ہے۔ ان لوگوں کے دلوں میں ابھی کچھ نیکی باقی تھی۔ جونہی اُن کے کان میں یہ آواز پڑی۔ کہ ہم

رات کے تیروں سے مقابلہ

کریں گے۔ وُہ دوڑتے ہوئے اس بزرگ کے پاس آئے۔ اور کہنے لگے۔ ان تیروں کے مقابلہ کی ہم میں طاقت نہیں۔ ہم اپنے شغل سے باز آئے ؎

پس دُعا ایسا ہتھیار ہے۔ کہ اگر کوئی کامل یقین اور پختہ ارادہ کے ساتھ اس سے کام لیتا ہے۔ تو اس کے مقابلہ میں کوئی ٹھہر نہیں سکتا۔ میں نے جماعت کو توجہ دلائی تھی۔ کہ آپ لوگوں میں سے بعض امراء ہیں۔ وُہ مالی لحاظ سے تحریک جدید میں زیادہ حصہ لیں گے بعض اہل علم ہیں۔ وُہ تبلیغی لحاظ سے تحریک جدید میں زیادہ حصہ لیں گے۔ بعض اہل حرفہ ہیں وُہ مثلاً غیر ممالک میں نکل جانے کے لحاظ سے تحریک جدید میں زیادہ حصہ لیں گے۔ بعض بچوں والے ہیں۔ وُہ تحریک جدید کے بورڈنگ والی تحریک میں زیادہ حصہ لیں گے۔ مگر کچھ لوگ ایسے ہونگے۔ جو نہ اپنے پاس مال رکھتے ہونگے۔ نہ دولت نہ علم۔ نہ حرفہ۔ نہ فن۔ وُہ دل میں کڑھتے ہونگے۔ اور کہتے ہوں گے۔ ہمارا اس ثواب میں کیا حصہ ہے۔ اور خدا تعالےٰ کی اس آواز پر لبیک کہنے والوں میں ہم کیونکر شامل ہوں۔ میں نے بتایا تھا کہ انہیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ خدا تعالےٰ نے ان کا بھی اس تحریک میں حصہ رکھا ہے۔ جو دوسروں سے کسی طرح کم نہیں۔ اور وُہ یہ ہے۔ کہ وُہ دُعا کریں۔ کہ اس جنگ میں جو آج ہمیں دوسروں سے درپیش ہے۔

خدا تعالےٰ ہمیں فتح دے

اور مقابلہ کرنے والے دُشمنوں کو ذلیل اور رسوا کرے۔ اس عمل کے نتیجہ میں وُہ ان لوگوں سے پیچھے نہیں رہتے۔ جو مال رکھتے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کی راہ میں مال خرچ کر رہے ہیں جو طاقت رکھتے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کی راہ میں طاقت خرچ کر رہے ہیں۔ جو فن رکھتے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کی راہ میں اپنی فنی خدمات پیش کر رہے ہیں۔ اور گو دُنیا کی نگاہوں میں یہ دُعائیں ہیچ نظر آتی ہوں۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ محض زبانی دعائیں ہیچ ہی ہوتی ہیں۔ لیکن

پگھلے ہوئے دل کی دعا ہیچ نہیں ہوتی

بلکہ وہ بہت بڑی قیمت رکھتی ہے۔ دعا کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ وہ اس قسم کا سوال ہے جس کے متعلق کسی شاعر نے کہا ہے۔ سہ

جو منگے سو مر رہے مرے سو منگن جائے

یعنی سوال کرنا موت ہے۔ اور مانگنے والے کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنے آقا کے دروازہ پر مر جائے۔ تب اسے کامیابی حاصل ہوتی ہے پس وہ دعا جو خداتعالیٰ کے ہاں قبول ہوتی ہے۔ وہ دعا جو اس کی رحمت کو کھینچ لاتی ہے۔ وہ مضطر والی دعا ہے۔ وہ دعا ہے جو دل کا خون کر دیتی ہے۔ اگر وہ دل کا خون کسی شیشی میں گرایا جاسکے۔ یا کسی کٹوری میں جمع کیا جاسکے۔ تو بتاؤ وہ لوگ زیادہ قابل قدر سمجھے جائیں گے۔ جو سونا چاندی اور پیتل خداتعالیٰ کے حضور پیش کرتے ہیں۔ یا وہ زیادہ قابل قدر سمجھا جائے گا۔ جس نے اپنے

دل کا خون خداتعالیٰ کے آگے پیش کر دیا

ہے۔ دنیا کے لوگ اس دل کے خون کی قدر نہیں کرسکتے۔ کیونکہ انہیں وہ خون نظر نہیں آتا انہیں صرف سونا چاندی اور اس کے سکے دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن ہمارا خدا وہ ہے جو عالم الغیب ہے۔ وہ جانتا ہے۔ کہ گو اس کے ایک بندے کے پاس سونا چاندی نہیں۔ مگر دین کے غم میں اس کا دل خون ہو رہا ہے۔ اور یہ ہمارے پاس خونِ دل کا ہدیہ لے کر آیا ہے۔ جس کے مقابل میں سونے اور چاندی کی کوئی حقیقت نہیں۔ بلکہ ایک مالدار کے سونے اور چاندی کے سکوں کی اور ایک طاقتور کی طاقت اور قوت کی بھی وہ اسی وقت قربانی قبول کرتا ہے۔ جب ان پر

دل کے خون کی پالش

ہو۔ ورنہ وہ اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ پس ایک مالدار کی قربانی اور ایک طاقتور جسم رکھنے والے کی قربانی بھی اسی وقت الٰہی دربار میں قبول ہو سکتی ہے۔ جب اس پر دل کے خون کے قطرے پڑے ہوئے ہوں۔ ورنہ وہ قربانی اس کے مونہہ پر ماری جاتی۔ اور کہا جاتا ہے۔

ویل للمصلّین۔ پس مت خیال کرو۔ کہ دعائیں معمولی چیز ہیں۔ مت خیال کرو کہ تم میں سے کوئی ایسا بھی ہے۔ جسے قربانی کا موقعہ نہیں ملا۔ تمہارے نیک ارادے اور تمہارے دل کی قربانی جب کہ تم دوسری قربانیوں میں حصہ نہیں لے سکتے۔ اور جبکہ تم عاجزانہ و مسکینانہ طور پر خداتعالیٰ کے حضور گر گر کر سلسلہ کی ترقیات کے لئے دعائیں کرتے ہو۔ دوسروں کی قربانی سے کم نہیں۔ بلکہ بسا اوقات ان سے بڑھ سکتی ہے۔ کیونکہ یہ صرف قربانی ہی نہیں۔ بلکہ ایک درد اپنے اندر رکھتی ہے۔ جو انسان اپنے پاس مال نہیں رکھتا۔ طاقت نہیں رکھتا۔ فن نہیں رکھتا۔ علم نہیں رکھتا۔ اور دل کی قربانی پیش کرتا ہے۔ اس کی قربانی کے ساتھ درد بھی شامل ہوتا ہے۔ کیونکہ جب وہ دیکھتا ہے۔ کہ دوسروں کے پاس بہت کچھ ہے۔ مگر میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ جو میں پیش کروں۔ تو اس کا دل جوش کی چوٹ کھایا ہوا ہوتا ہے۔ اور درد اور غم سے پگھل جاتا ہے۔ پس وہ

درد والی قربانی

بھلا درد والی قربانی کا وہ قربانی مقابلہ نہیں کرسکتی۔ جس کے ساتھ درد نہیں۔ اگر ایک مجلس میں ایک امیر آدمی خدمت دین کے لئے ایک کروڑ روپیہ پیش کر دیتا ہے۔ تو تم اس مجلس میں نم دار آنکھیں نہیں دیکھو گے۔ بے شک نعرے لگانے والے دیکھو گے

شاباش اور مرحبا کی آوازیں

بلند کرنے والے دیکھو گے۔ مگر کوئی نمدار آنکھ اس مجلس میں اس وجہ سے نہیں دیکھو گے۔ کہ اس نے ایک کروڑ روپیہ پیش کر دیا۔ لیکن ایک غریب بڑھیا جس کی آمد کا کوئی ذریعہ نہیں۔ جسے فاقے پیش آتے ہیں۔ اور جس کے متعلق ہمیں معلوم ہے۔ کہ شاید اب بھی اسے فاقہ ہے۔ اس نے اگر رات کو باوجود بیماری اور کمزوری کے سوت کاتا اور پھر بازار میں اسے بیچ کر ایک پیسہ لائی۔ اور وہ پیسہ اس نے خدمت دین کے لئے مجلس میں پیش کر دیا۔ تو گو وہاں نعرے پیدا نہ ہوں۔ لیکن بیسیوں آنکھوں میں ان آنکھوں میں جو روحانیت نما چیزوں کو دیکھنے کی طاقت رکھتی ہیں۔ تم آنسو دیکھو گے۔ کیونکہ یہ وہ قربانی ہے۔ جس کے ساتھ درد شامل ہے۔ اگر اس قسم کی قربانی ایک انسان کے دل میں جو کسی قدردانی کی طاقت نہیں رکھتا۔ درد پیدا کرسکتی ہے۔ تو سمجھ لو کہ اس عالم الغیب خدا کے حضور میں وہ کس قدر مقبول ہوگی۔ جس کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

یقیناً ہمارا خدا اسے اپنی گود میں بٹھائیگا

اور اس کے غمزدہ دل کو تسلی دے گا۔ اور کہیگا۔ مت سمجھ کہ تیری قربانی حقیر ہے۔ میں ہوں جس نے قربانی قبول کرنی ہے۔ اور میں تیری قربانی کو دوسروں کی قربانی پر ترجیح دیتا ہوں۔ پس تمہیں خوش ہونا چاہیئے۔ کہ تمہارے رب نے تمہیں اپنے دین کی خدمات سے محروم نہیں رکھا۔ ہر شخص جو تم میں سے کتنا ہی معذور کیوں نہ ہو۔ ایک اتنی قیمتی چیز اپنے پاس رکھتا ہے۔ جس کے مقابلہ میں دنیا کے ہیرے اور جواہرات بھی ماند ہیں۔ پس میں تم سے کہتا ہوں۔ کہ اس قیمتی قربانی کو خداتعالیٰ کے حضور پیش کرو۔ ہمارا خدا اپنی کتاب میں فرماتا ہے لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون تم مقام بر حاصل نہیں کرسکتے۔ جب تک اپنی

محبوب ترین چیز

خداتعالیٰ کے حضور پیش نہ کرو۔ تم روپیہ سے زیادہ اپنے دل کو قیمتی سمجھتے ہو۔ یا نہیں۔ پس اس کو اپنے رب کے آگے پیش کرو۔ اور یاد رکھو اس سے دین کی مدد جس رنگ میں ہوگی۔ وہ سونے اور چاندی کے سکوں سے نہیں ہوسکتی پچھلے سال میں نے اسی دعا کی تحریک کو زیادہ مضبوط بنانے کے لئے بعض ہفتے مقرر کر دیئے تھے۔ اور روزے رکھنے کی تاکید کی تھی۔ تم میں سے کسی کو نظر آیا ہو یا نہ آیا ہو لیکن جن لوگوں کو خداتعالیٰ نے آنکھیں دی ہیں۔ وہ دیکھ رہے ہیں۔ کہ خداتعالیٰ نے انہی دعاؤں کے نتیجہ میں دنیا میں عظیم الشان تغیرات پیدا کئے ہیں۔ شائد تمہیں نظر نہ آتا ہو۔ مگر میں تو دیکھ رہا ہوں۔ کہ اٹلی اور ابے سینیا کی جنگ بھی انہی دعاؤں کے نتیجہ میں ہوئی ہے۔ جاپان کے فسادات بھی انہی دعاؤں کے نتیجہ میں ہیں۔ اور کوئٹہ کا زلزلہ بھی انہی دعاؤں کے نتیجہ میں آیا ہے۔ اب پھر تم خداتعالیٰ کے حضور یہی دعائیں کرکے دیکھ لو۔

سلسلہ کے دشمن

بالکل پاش پاش ہو جائیں گے۔ خواہ وہ حکومت کے کل پرزے ہوں۔ اور خواہ بھاری اور اکثریت کے نمائندہ ہوں۔ کیونکہ ہمارے خدا کے سامنے نہ حکومتیں کوئی حیثیت رکھتی ہیں۔ نہ اکثریت کی نمائندگی کوئی حیثیت رکھتی ہے۔ پس میں آج تحریک جدید کے انیسویں مطالبہ کو پھر پیش کرتا ہوں۔ اور جماعت کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ ابھی وہ دن نہیں آئے کہ تم دشمن کے حملوں سے غافل ہو جاؤ۔ اور دعاؤں کی طرف سے نظر ہٹا لو۔ بے شک خداتعالیٰ نے اس عرصہ میں بڑے بڑے نشان دکھائے ہیں۔ مگر مخالفوں نے ان کی قدر نہیں کی۔ کیونکہ نشان دو قسم کے ہوا کرتے ہیں بعض نشان معمولی ہوتے ہیں۔ اور بعض پُرہیبت اور پُرجلال۔ جس طرح چاند پہلے ہلال کی شکل میں ہوتا ہے۔ اور پھر قمر اور پھر بدر کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اسی طرح بعض نشان ہلال سے مشابہ ہوتے ہیں۔ بعض قمر سے اور بعض بدر سے ہمیں خداتعالیٰ نے چونکہ

روحانی آنکھیں

دی ہوئی ہیں۔ اس لئے ہم نے ان نشانوں کو بھی دیکھا۔ جو ابھی ہلال کی صورت میں ہیں لیکن دشمنوں نے ان نشانوں کو نہیں دیکھا۔ کیونکہ ان نشانوں نے ہلال سے قمر کی صورت اختیار نہیں کی۔ پس وہ دشمن ابھی تک اپنی شرارتوں سے باز نہیں آیا۔ خداتعالیٰ نے شہید گنج کا مسئلہ بھی پیدا کیا۔ اور

احرار کی مسلمان دشمنی

کے پردہ کو بالکل کھول کر رکھ دیا۔ خداتعالیٰ نے حکومت کے بعض ان کل پرزوں کو بھی سبق دیئے۔ جنہوں نے بلاوجہ احمدیہ جماعت کی

تحقیر اور تذلیل

اور اسے تکالیف میں مبتلا کرنے کا شیوہ اختیار کیا ہوا تھا۔ اور بعض کے متعلق ہمیں یقین ہے۔ کہ انہیں آئندہ سبق مل جائے گا۔

لیکن اب تک اصل حکومت نے ہماری شکایات کا کوئی ازالہ نہیں کیا۔ اور نہ اشک شوئی کی کوئی کوشش کی ہے۔ سلسلہ کی ہتک اسی طرح جاری ہے۔ جس طرح پہلے جاری تھی۔ گو بعض امور میں اصلاح بھی نظر آتی ہے۔ اور میں اپنے خطبات میں ان کا ذکر کر چکا ہوں۔ لیکن بعض امور میں نئی شرارتیں کی جا رہی ہیں۔ جیسے

ڈاک خانہ کا رویہ

ہے۔ یا قانونی رنگ میں ہمیں نقصان پہونچانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس فتنہ و فساد کی رُوح کی اصلاح نہیں ہوئی۔ رُوح سے میری مراد آدمی نہیں۔ بلکہ وہ جذبات ہیں۔ جو بعض لوگوں کو ہماری جماعت کی مخالفت کے لئے اُکساتے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ وہ رُوح ابھی تک مری نہیں۔ گو ظاہری حالات میں کسی قدر تبدیلی ہو گئی ہے پس ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم سلسلہ کی عظمت۔ اور اس کی مشکلات کے ازالہ کے لئے

اللہ تعالےٰ کے حضور دعائیں

کرتے چلے جائیں۔ اور اس سے کہیں۔ کہ اے خدا اس کمزوری میں تُو نے ہی ہمیں پیدا کیا ہے۔ ہم بے شک کمزور ہیں۔ ناتوان ہیں۔ ناطاقت اور خطا کار ہیں۔ لیکن ہم تیرے بندے ہیں۔ تیرا حق ہے۔ کہ جو چاہے۔ ہم سے سلوک کرے۔ مگر تیرے بندے جو قانون کو توڑتے ہُوئے ہم پر ظلم کر رہے ہیں۔ اُن کا حق نہیں۔ کہ وُہ ہمیں

اپنے ستم کا نشانہ

بنائیں۔ ہم پر جس رنگ میں مظالم ہو رہے ہیں تو انہیں جانتا ہے۔ بعض جگہ تُو نے جواب دینے سے ہمیں روک رکھا ہے۔ اور بعض جگہ بے طاقت بنا دیا ہے۔ ایسی حالت میں سوائے اس کے ہم کیا کر سکتے ہیں۔ کہ تیرے حضور التجا کریں۔ کہ ہم پر مظالم کرنے والے اور سلسلہ احمدیہ کو دُنیا کی نگاہوں میں ذلیل اور حقیر کرنے والے خواہ حکام کے زمرہ میں شامل ہیں۔ خواہ رعایا میں۔ تو خود اُن کا ہاتھ پکڑ اور ہمیں اُن کے شر سے بچا۔

ہم اپنی عزت نہیں چاہتے

کیونکہ جب بھی کوئی خدا تعالےٰ کے دین میں داخل ہو جاتا ہے۔ وُہ اپنی عزت کو بالائے طاق رکھ دیتا ہے۔ ہمیں اپنی شوکت سے غرض نہیں۔ کہ ہم تیرے دین کی خدمت اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں۔ ہمیں اپنی وجاہت سے غرض نہیں۔ اپنے وقار سے غرض نہیں۔ مگر

ایک چیز ہے جو ہم چاہتے ہیں۔

اور وُہ یہ کہ جو کام ہمارے سپرد کیا گیا ہے وُہ انجام تک پہونچ جائے۔ ہماری خواہش ہے تو یہ۔ ہمارا ارادہ ہے تو یہ۔ ہماری امنگ ہے تو یہ۔ ہمارا مقصود ہے تو یہ۔ ہمارا مطلوب ہے تو یہ۔ کہ ہم چاہتے ہیں۔ پھر دُنیا میں محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت ہو۔ پھر دُنیا میں قرآن مجید کی حکومت ہو۔ پھر دُنیا میں ہمارے رب کی حکومت ہو۔ اس خدمت کے بدلہ میں اگر ہمیں کچھ شہرت ملتی ہے۔ تو وُہ

خدا تعالےٰ کا انعام

ہے۔ ہم اس کے متلاشی نہیں۔ نہ ہم اس کے سائل ہیں۔ ہماری صرف ایک ہی غرض ہے اور وُہ یہ کہ خدا تعالےٰ کا جلال دُنیا میں قائم ہو۔ پس اگر کوئی اس راستہ میں روک بنتا ہے تو ہماری دعا ہے۔ کہ اے خدایا تو اسے ہدایت دے۔ یا اسے ہمارے راستہ سے ہٹا دے۔ یاد رکھو۔ اگر تم سچے دل سے دعائیں کرو تو دُنیا میں اتنے

عظیم الشان تغیرات

ہونگے۔ کہ تم حیران ہو جاؤ۔ تم نے گزشتہ سال کو دیکھا۔ کہ اس میں خدا تعالےٰ کے کتنے عظیم الشان نشانات جمع ہو گئے۔ کوئٹہ کا زلزلہ۔ شہید گنج کا واقعہ۔ اٹلی۔ اور ایبے سینیا کی لڑائی۔ جاپان۔ چین اور روس کے جھگڑے یہ سب

گزشتہ سال کی دعاؤں کا نتیجہ

تھے۔ بے شک ان میں سے بعض کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیاں تھیں۔ اور بعض خدا تعالےٰ کی تجلی قدرت کے ماتحت ظاہر ہُوئے۔ اور بے شک لوگ کہتے ہیں۔ کہ کوئٹہ کی زمین میں لاکھوں برس پہلے زلزلہ کی تیاری شروع ہو گئی تھی۔ پھر وُہ تمہارے لئے نشان کیونکر بن گیا۔ مگر وُہ نادان نہیں جانتے۔ کہ کیا وُہ خدا جس نے کروڑوں سال پہلے کوئٹہ میں زلزلہ پیدا کرنے کے سامان پیدا کئے تھے۔ اُسے یہ علم نہ تھا۔ کہ اس وقت میرے بعض بندے ظالموں سے رہائی حاصل کرنے کے لئے دعائیں کر رہے ہونگے۔ جس خدا نے کوئٹہ میں زلزلہ کی تیاری لاکھوں کروڑوں سال پہلے کی تھی۔ اسے اس وقت یہ بھی علم تھا۔ کہ اس زمانہ میں میرے بندوں پر ظلم ہوگا۔ میرے مسیح موعود کو اپنی صداقت کے ثبوت کے لئے

آسمانی نشانوں کی ضرورت

ہوگی۔ پس اس نے کروڑوں سال پہلے ان ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے یہ تغیرات محقق کر دیئے۔ آخر خدا تعالےٰ نے جن دعاؤں کو قبول کرنا ہوتا ہے۔ تو وُہ ان کے لئے سامان بھی مہیا کر دیتا ہے۔ جو گورنمنٹیں لوگوں کو انعامات دینا چاہیں۔ وُہ پہلے سے اپنے بجٹ میں انعامات کی گنجائش رکھا کرتی ہیں۔ مگر کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا۔ جسے حکومت انعام دے۔ تو وُہ کہے۔ یہ انعام نہیں۔ کیونکہ بجٹ میں حکومت نے پہلے سے اس کے لئے گنجائش رکھی ہوئی تھی۔ بلکہ وُہ اسے انعام ہی سمجھے گا۔

یہی حال تقدیروں کا ہوتا ہے۔ خدا تعالےٰ نے بھی ایک عرصہ سے مقدر کر رکھا تھا۔ کہ کوئٹہ میں زلزلہ آئے۔ لیکن یہ امر بھی وُہ ہمیشہ سے جانتا تھا۔ کہ اس وقت بعض بندے مجھ سے دُعا کریں گے۔ اور میں لوگوں کو اپنے قہر کا نشان دکھانے کے لئے یہ زلزلہ بھیجونگا۔ پس اگر اب بھی حقیقی طور پر دعائیں کی جائیں۔ تو پہلے سال سے بھی زیادہ شاندار نتائج دیکھ سکتے ہو۔ ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ تم

استقلال سے دُعاؤں میں لگے رہو

وُہ لوگ جو جذباتی باتوں سے متاثر ہو کر چند دن جوش دکھاتے اور پھر جھاگ کی طرح بیٹھ جاتے ہیں۔ وُہ اللہ تعالےٰ کی رحمت کے نہیں۔ بلکہ اس کے غضب کے مستحق ہوتے ہیں۔ پس اپنے اندر بیداری اور ہوشیاری پیدا کرو۔ دوستوں کو ہوشیار اور بیدار کرو۔ اپنے ہمسایوں کو ہوشیار اور بیدار کرو۔ اور کسی کو سست ہو کر بیٹھنے مت دو۔ پھر تم دیکھو گے۔ کہ دُنیا میں کس قدر تغیرات ہوتے ہیں۔

میں نے پچھلے سال کچھ روزے مقرر کئے تھے۔ اور اس سال بھی

میرا ارادہ ہے۔ کہ بعض روزے مقرر کروں

مگر آج میں اُن کا اعلان نہیں کرتا۔ یہ اعلان پھر کروں گا۔ آج صرف یہ کہہ دینا چاہتا ہوں۔ کہ خصوصیت سے دُعاؤں میں لگ جاؤ۔ اور بالخصوص یہ دُعا کرو۔ کہ اللّٰھم انا نجعلک فی نحورھم ونعوذبک من شرورھم اور ربّ کلّ شیئٍ خادمک ربّ فاحفظنی وانصرنی وارحمنی۔

اس کے علاوہ اور بھی دُعائیں اپنی زبان میں کرو۔ جنہیں دلی جوش کے ساتھ خدا تعالےٰ کے حضور پیش کر سکو۔ اس تعلیم پر عمل کر کے دیکھ لو۔ تم محسوس کرو گے۔ کہ تم اکیلے نہیں۔ اور نہ دُنیا کی نگاہوں میں یتیم ہو۔ کیونکہ ہمارا خدا ہمارا روحانی باپ ہے۔ اور جو بندے اُس زندہ اور حی وقیوم خدا کے بیٹوں کی مانند پیارے ہوں۔ وُہ یتیم نہیں ہوتے۔ اور نہ کبھی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ وُہ زندہ رہنے والا خدا ہے۔ یتیم وُہ تب ہوں۔ جب خدا مرے۔ لیکن جب خدا کبھی مر نہیں سکتا۔ تو وُہ بھی کبھی یتیم نہیں ہو سکتے۔ پس

تمہارے لئے یتیم کا ہونا ناممکن ہے

تم مایوس مت ہو۔ بلکہ تم اپنے زندہ خدا کے آستانہ پر گر جاؤ۔ اور اس سے تضرع۔ اور عاجزی سے دُعائیں مانگو۔ تب تم دیکھو گے۔ کہ وُہ دیو جو غضبناک شکلیں بنا کر تمہیں ڈرا رہے ہیں۔ اور تمہیں اس وقت خوفناک صورتوں میں نظر آ رہے ہیں۔ وُہ دھوآں بن کر اڑ جائینگے اور ان کا نام ونشان تک دنیا میں نہیں رہے گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

صداقت اور دیانت کی تلوار سے دنیا کو فتح کرو

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۶ مارچ ۱۹۳۶ء

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

بوجہ سر درد کے دورہ اور حرارت کے میں آج بہت مشکل سے خطبہ پڑھ سکتا ہوں لیکن میرے نفس نے یہ گوارا نہیں کیا۔ کہ میں آج خطبہ تک سے گریز کروں۔ اس وجہ سے نہایت اختصار کے ساتھ جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ جیسا کہ میں نے گذشتہ سال بتایا تھا۔

طاقت اور قوت کے مقابلہ کے لئے

لڑنا ہتھیار چاہیئے۔ اور ہتھیار بھی وہ جو دشمن کے پاس نہ ہو۔ یا دشمن کے ہتھیار اس کے مقابلہ میں ادنیٰ ہوں۔ شاعر بے شک اپنے معشوقوں کو بغیر ہتھیار کے لڑا لیتے ہیں۔ مگر عملی دنیا میں ہتھیار کے بغیر کام نہیں چلتا۔ شاعروں کا کیا ہے۔ ان کی دنیا خیالی ہوتی ہے۔ جو چاہیں پاس سے بنالیں۔ ان پر اعتراض کرنے والا کوئی نہیں۔ بلکہ جو اعتراض کرے۔ وہ جاہل سمجھا جاتا ہے۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ وہ ذوقِ علم و ادب سے محروم ہے۔ جو صداقت کو ان کے سامنے پیش کرتا ہے۔ وہ ان کے نقطۂ نگاہ سے جاہل ہوتا ہے۔ ہمارے کسی شاعر نے کہا ہے۔ کہ

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

اس

شاعر کا معشوق

بغیر ہتھیار کے جیت جاتا ہے۔ ادب کے لحاظ سے اس شاعر کا پایہ بہت بلند ہے۔ اور میں بچپن سے اس کا مداح ہوں۔ مگر عملی دنیا میں اس کی کیا حقیقت ہے۔ مجازی دنیا میں بیشک یہ بھی ایک صحیح اصل ہے۔ کیونکہ اگر ہتھیار کو ظاہری ہتھیار اور لڑائی کو روحانی لڑائی سمجھ لیں۔ تو بے شک یہ بھی درست ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر دونوں پہلو ظاہر پر مبنی سمجھے جائیں۔ تو یہ بالکل بے معنی ہے۔ مگر میں نے بتایا ہے۔ کہ

شاعر کی دنیا

بالکل اور ہوتی ہے۔ مغلوں کا مشہور بادشاہ تیمور جب ایران کو فتح کرتا ہوا شیراز میں پہونچا۔ جو حافظ کا جو مشہور صوفی اور شاعر تھے۔ وطن ہے تو کسی نے اس سے ذکر کیا کہ یہاں کے ایک شاعر نے لکھا ہے۔

اگر آں ترکِ شیرازی بدست آرد دلِ مارا
بخالِ ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

یعنی اگر وہ میرا معشوق میرے دل کو اپنے قبضہ میں لے لے۔ اور مجھ سے تعلق قائم کرے تو میں اس کے رخ کے سیاہ تل کے عوض سمرقند و بخارا بخش دوں۔

سمرقند و بخارا

تیمور کا وطن تھا۔ اس نے یہ شعر سنکر کہا میں نے تو سمرقند و بخارا کے لئے دنیا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک قتل عام کیا ہے۔ مگر یہ اپنے معشوق کے سیاہ تل کے عوض اسے دینے کیلئے تیار ہے۔ لیکن میں نے کہا ہے۔ کہ شاعر کی دنیا اور ہے۔ اور کہتے ہیں کہ تیمور کو بھی اس شاعر کے مقابلہ میں نیچا ہی دیکھنا پڑا۔ اور اس نے حافظ کو انعام و اکرام دے کر رخصت کیا۔ مگر ہم جس دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ حقیقت کی دنیا ہے۔ اور یہاں

ہر ایک کے لئے ہتھیار کی ضرورت

ہے۔ جو اس کے دشمن کے ہتھیار سے زیادہ تیز تعداد میں زیادہ اور زیادہ کارآمد ہونا چاہیئے۔ کوئی زمانہ تھا۔ کہ لوگ غلیل استعمال کرتے تھے۔ پھر تیر ایجاد ہوئے۔ جنہوں نے غلیل اور غلیلے کو پس پشت ڈال دیا۔ اور وہ قومیں جیتنے لگیں۔ جو تیر انداز تھیں۔ پھر تیر اندازی میں ترقی ہوئی۔ تو دنیا میں منجنیقیں ایجاد ہوئیں۔ جو پتھر اڑا کر قلعوں کو گرا دیتی تھیں۔ تیر قلعوں کے مقابل میں ناکام رہتے تھے لیکن منجنیقوں نے قلعوں کے گرانے کا رستہ کھول دیا۔ پھر بارود نکلا۔ اس سے اس بارہ میں زیادہ کامیابی حاصل ہوئی۔ کبھی لوگ چمڑے کی زرہ پہنتے تھے۔ اور کمزور بازوؤں والے تیر اندازوں کے تیروں سے محفوظ رہتے تھے۔ لیکن پھر لوہے کی زرہ نکلی۔ اور اس سے زیادہ خطرناک ہتھیاروں سے

حفاظت کا سامان

پیدا ہو گیا۔ پھر توپوں کا زمانہ آگیا۔ اور انہوں نے منجنیقوں کی طاقت کو توڑ دیا۔ اور اگر پہلے قلعہ کے نیچے جا کر دیواروں کے نیچے بارود رکھ کر اسے اڑایا جاتا تھا۔ تو توپوں نے دور سے ہی انہیں گرانا شروع کر دیا۔ پھر وہ قومیں دنیا میں پھیلنے لگیں۔ جو توپیں رکھتی تھیں۔ اور منجنیقوں والی کمزور ہونے لگیں۔ پھر بندوقیں نکلیں جن کا ابتداء میں چلانا بہت محنت طلب تھا۔ اس بات کی ضرورت ہوتی تھی۔ کہ پہلے انہیں بھرا جائے۔ اور پھر مضبوطی سے کسی جگہ باندھ دیا جائے۔ اور پھر فیتہ سے آگ دی جائے۔ اس کے بعد توڑے دار بندوقیں بن گئیں۔ جنہوں نے پہلے کی نسبت تباہی اور خونریزی آسان کر دی۔ پھر کارتوس والی بندوقیں بن گئیں۔ اور ان کے بعد میگزین والی اور ہر وہ قوم جس نے

ترقی کی طرف قدم

نہ اٹھایا۔ برباد ہو گئی۔ مسلمانوں کے علماء کہلانے والوں نے جس طرح ہندوستان میں مغربی علوم کی تحصیل کو کفر قرار دے کر مسلمانوں کو تباہ کیا۔ اسی طرح بعض علماء نے مسلمان حکومتوں کو توپوں اور بندوقوں کے استعمال سے بھی روکا۔

بخارا کی حکومت

ایک وقت اس قدر زبردست تھی۔ کہ ایک طرف اس نے ڈینیوب کے کناروں تک جو وسط یورپ میں ہے۔ تاخت و تاراج کیا اور تمام یورپین حکومتوں کو زیر و زبر کر ڈالا اور دوسری طرف اس کے بیڑے جاپان کے ساحل تک پہونچ گئے۔ اس حکومت کا خاتمہ بھی ایسے ہی علماء کے فتووں سے ہوا۔

روس کی افواج مہلک ہتھیاروں سے مسلح

تھیں۔ لیکن مسلمان علما نے فتوے دیدیا۔ کہ آگ سے عذاب دینا اسلام میں جائز نہیں۔ اس لئے توپوں اور بندوقوں کا استعمال ناجائز ہے۔ حتیٰ کہ بڑے بڑے علما تو اس بات کو سرے سے تسلیم ہی نہ کرتے تھے۔ کہ ایک میل سے گولے پھینکے جا سکتے ہیں۔ وہ اسے جادو سمجھتے تھے اب تو توپوں کے گولے سو سو میل تک مار کر سکتے ہیں۔ مگر اس زمانہ میں ایک میل دو میل سے زیادہ نہیں کر سکتے تھے۔ آخر جب روسیوں سے لڑائی ہوئی تو بادشاہ نے چاہا۔ کہ صلح کر لی جائے۔ مگر علماء نے کہا کہ کفار سے صلح نہیں ہو سکتی۔ آپ مسلمانوں کو لڑنے دیں۔ ہم روسیوں کو رسیوں سے باندھ باندھ کر لائیں گے۔ وہ

رسیاں اور بکریوں کے لئے پتے جھاڑنے والے آرے

لے کر میدان میں پہونچے۔ کہ اس سے انہیں کھینچ کر پھر رسیوں سے باندھ لیں گے۔ لیکن جب روسیوں کی طرف سے گولہ باری شروع ہوئی۔ تو سحر سحر پکارتے ہوئے بھاگنے لگے۔ اور بادشاہ سے جا کر کہا کہ ان لوگوں کو جادو آتا ہے۔ آپ خواہ کچھ کرتے۔ ان کے مقابلہ میں کامیاب نہ ہو سکتے۔ آخر

روسیوں نے بخارا کا تختہ الٹ دیا۔

اور حکومت تباہ ہو گئی۔ لطیفہ یہ ہے کہ توپوں کی ایجاد مسلمانوں سے ہی شروع ہوئی۔ اور دنیا میں سب سے پہلے مغل فوجوں نے ہی ان کا استعمال کیا۔

یورپ والوں نے ان کی نقل کی۔ مگر افسوس کہ موجدوں نے اپنی ایجادوں کو خود بھلا دیا۔ اور جنہوں نے اتباع کی۔ انہوں نے ترقی دے کر کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ پھر توپوں میں ترقی شروع ہوئی۔ حتیٰ کہ ہوٹرز ایجاد ہوئی۔ جو گولہ سیدھا نہیں۔ بلکہ بیضوی رنگ میں پھینکتی ہے۔ اور اس کے رستہ میں پہاڑوں کی اوٹ اور قلعہ کی دیواریں کوئی فائدہ نہیں دے سکتیں۔ اس کا گولہ پہلے ہوائی کی طرح آسمان کی طرف جاتا اور پھر آ کر گرتا ہے۔ اس کے بعد بم ایجاد ہوئے۔ پھر ٹینک نکل آئے۔ یعنی لوہے کا جہاز جو زمین پر چلتا ہے۔ چند لوگ اس میں بیٹھے ہوئے گولیاں چلا چلا کر مارتے جاتے ہیں۔ باوجودیکہ جرمن قوم بہت ہوشیار اور لڑائی میں ماہر ہے۔ لیکن ٹینک پہلے برطانیہ میں ایجاد ہوئے۔ میں نے اس لڑائی کی تفاصیل پڑھی ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ پہلا ٹینک جب جرمن افواج کے مقابلہ میں گیا۔ تو ان کے ہوش و حواس اڑ گئے۔ اور ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا۔ کہ اس کا مقابلہ کس طرح کریں۔ سوائے پاگلوں والی بہادری کے وہ کچھ نہ کر سکے۔ جرمن فوجیں آتیں۔ اور اس کے سامنے گر گر کر مر جاتیں۔ اور دس بارہ آدمی بحفاظت اندر بیٹھے ہوئے گولیاں چلاتے جاتے۔ انہوں نے اس کا آخری علاج اس طرح کیا۔ کہ ان لاشوں کے ڈھیروں پر کھڑے ہو کر سوراخوں میں سے پستول چلا چلا کر اندر بیٹھے ہوئے آدمیوں کو ہلاک کیا۔ اور جس وقت تک انہوں نے بھی ٹینک نہیں بنا لئے۔ ان کا بہت نقصان ہوتا رہا۔ خشکی پر اس ترقی کے مقابلہ پر ہوا نے بھی جنگ میں کم حصہ نہیں لیا۔ ہوا میں اڑنے والے جہاز بھی لوگوں نے ایجاد کئے۔ جنہوں نے زمینی فوجوں کو بالکل بے دست و پا کر دیا۔ اسی طرح سمندری جہازوں میں ترقی ہوئی۔ پہلے وہ بادبانوں سے چلتے تھے۔ پھر سٹیم کے ذریعہ سے چلنے لگے۔ پھر معمولی دخانی جہازوں کی جگہ ٹیل شپس

کروزرز۔ ڈسٹرائرز۔ مائن لیئرز۔ تارپیڈو بوٹس اور آبدوز جہازوں نے لے لی۔ اور

ہر قدم پر ترقی

ہونے لگی۔ اور وہ قومیں ترقی کرنے لگیں جو ان سے مسلح تھیں۔ ترکوں کے ساتھ دوستی کا دعویٰ کرتے ہوئے اٹلی نے طرابلس الغرب پر حملہ کیا۔ اور ترکی کے ساحل سے صرف سو ڈیڑھ سو میل کے فاصلہ پر اس کے ملک پر قبضہ کر لیا۔ لیکن ترک بالکل بے دست و پا تھے۔ کیونکہ ان کے پاس جہاز نہ تھے اب جنگی سامانوں نے اس سے بھی ترقی کی ہے۔ اور گولے بھی بے کار ثابت ہوئے ہیں۔ اب

زہریلی گیسیں

نکلی ہیں۔ جہاں ان کا گولہ پڑتا ہے۔ سب لوگ بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ یا پاگل ہو جاتے ہیں۔ دل پر اتنا خوف طاری ہوتا ہے۔ کہ ڈر سے انسان پاگل ہو جاتا ہے۔ بڑے بڑے جری اور دلیر بھی اس کیمیاوی اثر کے نیچے پاگلوں کی طرح دوڑتے پھرتے ہیں کئی لوگ بالکل ہی پاگل ہو جاتے ہیں۔ اور عام طور پر بھی دس بارہ گھنٹے تک اس کا اثر رہتا ہے۔ اور اب اس سے بھی زیادہ ترقی ہو رہی ہے۔ اور ایسے سامان نکل رہے ہیں کہ تمام ملک کی خوراک۔ پانی اور ہوا کو زہریلا کر دیا جائے۔ تمام ملک میں ٹائیفائیڈ۔ پلیگ یا ہیضہ کے کیڑے پھیلا دئے جائیں۔ اور نہ معلوم دنیا ان میں ابھی کہاں کہاں تک ترقی کرے گی۔ سوال صرف یہ ہے کہ ہم جنہوں نے ساری دنیا سے مقابلہ کرنا ہے۔

ہمارے پاس کیا ہتھیار ہے

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ صرف وہی غالب آتے ہیں۔ جن کے ہتھیار غالب ہوں اور ہمت و قربانی کی روح ہو۔ میں تسلیم کرتا ہوں۔ کہ ہمت اور قربانی کی روح ہم میں موجود ہے۔ مگر یہ ہتھیاروں کا قائم مقام نہیں ہو سکتی۔ بے شک قربانی کی روح بھی ایک حد تک ہتھیار کا کام دے جاتی ہے۔ مگر انتہا کو پہنچ کر۔ حضرت سید اسمٰعیل صاحب شہید نے جو حضرت سید احمد صاحب بریلوی کے

جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے قبل کی صدی کے مجدد تھے۔ مرید تھے۔ اور نہایت روحانی آدمی تھے۔ پشاور کے علاقہ میں سکھوں پر حملہ کیا۔ آپ کے ساتھ صرف پانسو آدمی تھے۔ اور سکھوں کی فوج بہت زیادہ تھی۔ پھر سکھوں کے پاس توپیں تھیں۔ مگر ان کے پاس کوئی توپ نہ تھی۔ لوگوں نے ان سے کہا بھی کہ یہ لڑائی بے فائدہ ہے۔ مگر انہوں نے کہا کوئی حرج نہیں اگر ہم مارے بھی گئے۔ تو جنت میں جائیں گے۔ پھر انہوں نے اپنے آدمیوں کو سو سو یا پچاس پچاس گز کے فاصلے پر پھیلا دیا۔ اور حکم دیا کہ تم اس طرح دوڑ دوڑ کر عین توپ خانہ پر جا کر جمع ہو جاؤ۔ اب توپ کا گولہ اگر مارتا بھی تو صرف اس ایک آدمی جو اس کی زد میں ہوتا۔ اس طرح وہ تمام مجاہدین سکھوں کے توپ خانہ پر جا پڑے۔ اور تلواریں کھینچ کر ان کو حکم دیا۔ کہ توپوں کا منہ اپنی فوجوں کی طرف موڑ کر چلاؤ۔ ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔ توپچیوں نے جان کی خاطر ایسا ہی کیا۔ تو بے شک بعض حالات میں ایمان ایسا ترقی کر جاتا ہے۔ کہ وہ اپنی ذات میں ہتھیار بن جاتا ہے۔ لیکن جب تک کسی نہ کسی قسم کا ہتھیار نہ ہو۔ دشمن کے مقابلہ میں کامیابی محال ہے۔

ظاہری ہتھیار تو ہمارے پاس ہیں نہیں۔ حتیٰ کہ تلواریں بھی نہیں۔ کجا یہ کہ مشین گنیں۔ میگزینیں اور بندوقیں ہوں اس لئے ہمارے واسطے اب وہی ہتھیار باقی ہے۔ جو مومنوں کا ہوتا ہے۔ اور وہ

صداقت اور ایمان کا ہتھیار

ہے سچائی کے ہتھیار کے سامنے توپیں بالکل بے کار ہو جاتی ہیں۔ ایک شخص دوسرے پر توپ کا فائر اس لئے کرتا ہے کہ وہ اس کا دشمن ہے۔ لیکن اگر وہ سچائی سے اسے دوست بنا لے تو وہی توپ اس کی ہو جائیگی اس لئے میں نے جماعت کو پچھلے سال بھی توجہ دلائی تھی۔ کہ صداقت کے ہتھیار کو استعمال کریں۔ آپ لوگوں میں سے ہر ایک یہ فیصلہ کر لے۔ کہ خواہ کچھ ہو

وہ سچائی کو کام میں لائے گا۔ مگر مجھے افسوس ہے۔ کہ ابھی تک ہم وہ معیار صداقت قائم نہیں کر سکے۔ جس کے ساتھ دلوں کو مسخر کیا جاتا ہے۔ ادھوری صداقت تو اور بھی اکسا دیتی ہے۔ اس لئے سچائی کامل چاہئے۔ میں نے دیکھا ہے کہ مختلف نوجوانوں کو جو کام سپرد کئے جاتے ہیں۔ ان میں بالعموم دیانت کا وہ معیار پیش نہیں کرتے۔ جس کی ان سے امید رکھی جاتی ہے۔ مومن کا دل اتنا وسیع چاہئے۔ کہ صداقت اور دیانت اس کے اندر انتہائی درجہ کی ہو۔ اور یہی اس کا ہتھیار ہونا چاہئے۔

بغیر ہتھیاروں کے دنیا میں فتح نہیں ہو سکتی

اور ہتھیاروں کے لحاظ سے دنیا اس قدر ترقی کر چکی ہے کہ تمہارے پاس لڑنے کے سامان ہی نہیں ہیں۔ کہ ان سے کام لے سکو۔ فرض کرو۔ آج انگریز ہمیں اجازت بھی دے دیں کہ تم ہوائی جہاز اور بحری جہاز اور دوسرے سامان رکھ سکتے ہو۔ تو کیا ہم انہیں خرید سکتے ہیں۔ ایک بڑا جہاز آٹھ کروڑ روپیہ تک تیار ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ ہم ایک جہاز بھی نہیں بنا سکتے ہوائی جہاز جو اچھے لڑنے والے ہوتے ہیں۔ وہ تین لاکھ سے دس لاکھ تک کے ہوتے ہیں۔ پس ظاہری ہتھیاروں کی اگر حکومت اجازت بھی دیدے تو ہماری جماعت ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتی۔ ممکن ہے ہندو اور سکھ فائدہ اٹھا سکیں۔ کیونکہ وہ مالدار اور جتھے والے ہیں۔ مگر ہم نہیں اٹھا سکتے اس لئے ہم کیوں نہ وہی ہتھیار استعمال کریں۔ جو ہمارے مناسب حال بھی ہے اور جسے اور کوئی اختیار بھی نہیں کر سکتا۔ صداقت اور دیانت کا ہتھیار ہی تھا۔ جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شدید سے شدید دشمنوں کے مقابلہ پر استعمال کیا۔ اور قرآن کریم میں ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون

میں اس سے پہلے تم لوگوں میں عمر کا ایک حصہ گزار چکا ہوں۔ تم کیوں عقل نہیں کرتے۔ یہی وہ تلوار تھی۔ جس کے سامنے کمہ والوں کی گردنیں جھک جاتی تھیں۔

مسلمانوں نے بھی مجبوراً تلوار چلائی

ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں بھی بہت سے دشمن مغلوب ہوئے۔ لیکن ان کے چلانے والے اسی صداقت کی تلوار نے پیدا کئے تھے۔ ان کے چلانے والے ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ اور علیؓ تھے۔ مگر کیا ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ اور عثمانؓ اور علیؓ کو لوہے کی تلوار نے قابو کیا تھا؟ جس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ کیا۔ تو حضرت ابوبکرؓ تجارت کا مال لیکر کسی گاؤں میں گئے ہوئے تھے۔ واپس آئے۔ تو کسی دوست کے مکان پر بیٹھے تھے۔ کہ اس کی لونڈی نے کہا۔ تمہارا دوست پاگل ہو گیا ہے وہ کہتا ہے۔ کہ آسمان سے مجھ پر فرشتے اترتے ہیں حضرت ابوبکرؓ کے دوست آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ جب انہوں نے یہ بات سنی۔ تو چادر کندھے پر رکھ لی۔ اس زمانہ میں عرب کے لوگوں کا روزمرہ کا لباس یہی ہوتا تھا۔ ایک چادر اوڑھ لیتے تھے۔ اور ایک باندھ لیتے تھے۔ چنانچہ آپ نے بھی چادر کندھے پر ڈالی اور چل پڑے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر پہونچ کر دستک دی۔ آپ باہر تشریف لائے۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا۔ کہ سنا ہے۔ آپ نے دعویٰ کیا ہے۔ کہ آپ پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ حضرت ابوبکرؓ کو ٹھوکر نہ لگے۔ چاہا کہ اپنے دعویٰ کی کسی قدر تشریح کر دیں۔ مگر حضرت ابوبکرؓ نے اس سے روک دیا۔ اور کہا۔ کہ آپ صرف ہاں یا نہ میں جواب دیں۔ اور جب آپ نے کہا۔ کہ ہاں۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ کہ میں آپ پر ایمان لے آیا۔ تو انہوں نے نہ چاہا۔ کہ اپنے ایمان کو دلائل سے خراب کریں۔ وہ

صداقت کی تلوار کے مقتول

بننا چاہتے تھے۔ دلائل کی تلوار کے نہیں۔ بے شک حضرت ابوبکرؓ کی تلوار نے اسلام میں بہت کام کیا ہے۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ ابوبکرؓ پر کونسی تلوار چلائی گئی تھی۔ ابوبکرؓ کوئی معمولی آدمی نہ تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب عام طور پر ارتداد کی رو پھیل گئی۔ تو مکہ۔ مدینہ اور ایک اور چھوٹے سے گاؤں کے سوا کہیں بھی باجماعت نماز نہ ہوتی تھی۔ لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ ہی تھے۔ جنہوں نے اس رَو کا مقابلہ کیا۔ حضرت عمرؓ ان کے پاس گئے۔ اور عرض کیا۔ کہ اس وقت شورش بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ میرا مشورہ یہی ہے۔ کہ آپ ذرا نرم ہو جائیں آہستہ آہستہ سب کو ٹھیک کر لیا جائے گا لیکن حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا۔ کہ اگر یہ لوگ مدینہ میں گھس آئیں۔ اور مسلمانوں کی عورتوں کو قتل کر دیں۔ اور ان کی لاشوں کو کتے گھسیٹتے پھریں تو بھی میں ان لوگوں سے صلح نہ کرونگا۔ جب تک۔ کہ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک رسی بھی زکوٰۃ میں دیتے تھے۔ وہ دوبارہ نہ دینے لگیں۔ حضرت عمرؓ کبھی کبھی حضرت ابوبکرؓ کو پیچھے سے بڈھا کہا کرتے تھے۔ وہ کہتے ہیں۔ میرا خیال تھا۔ کہ بڈھا کمزور دل کا ہے۔ مگر میرا خیال غلط تھا۔ وہ تو ہم سب سے بہادر ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے جنگ کی۔ اور واقعی جب تک زکوٰۃ کی ایک ایک رسی تک وصول نہ کر لی۔ جنگ بند نہ کی لیس

جری اور دلیر ابوبکرؓ

کو کس تلوار نے مارا تھا؟ اسی طرح حضرت عمرؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانی دشمن تھے۔ اور آپ کو قتل کرنے کی نیت سے گھر سے چلے تھے۔ کہ رستہ میں کسی نے کہا۔ کہ پہلے اپنے بہن اور بہنوئی کو تو مارو۔ جو مسلمان ہو چکے ہیں چنانچہ آپ بہن کے گھر کی طرف چلے۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ اور ایک صحابی اندر بیٹھے ان کو قرآن پڑھا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے دستک دی۔ تو انہوں نے ڈر کے مارے اس صحابی کو اور قرآن کریم کے ورق کو بھی چھپا دیا۔ اور پھر دروازہ کھولا۔ حضرت عمرؓ غصے سے بھرے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ اور چونکہ قرآن کریم سن چکے تھے دریافت کیا۔ کہ کون پڑھ رہا تھا۔ بہنوئی نے چھپانے کی کوشش کی۔ تو اس پر حملہ کر دیا۔ اور کہا۔ کہ تو صابی ہو گیا ہے۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کو صابی کہا جاتا تھا۔ جیسے آج کل ہمیں قادیانی اور مرزائی کہا جاتا ہے۔ ان کی بہن اپنے خاوند کی حفاظت کے لئے بیچ میں آگئیں۔ اور انہیں گھونسہ لگ گیا۔ جس سے ان کے خون بہنے لگا۔ بہن نے بھی جوش سے کہا۔ کہ سنو ہم مسلمان ہو گئے ہیں۔ تم سے جو کچھ ہو سکتا ہے۔ کر لو۔ چونکہ عرب کے لوگوں میں ذاتی شرافت تھی۔ عورت کا خون نکلتا دیکھکر غصہ فرد ہو گیا۔ اور جھٹ معافی مانگنے لگے۔ اور ندامت کا اظہار کرتے ہوئے بولے۔ اچھا سناؤ۔ تم کیا پڑھ رہے تھے۔ مگر بہن غصہ میں تھیں۔ انہوں نے کہا۔ کہ تم ناپاک مشرک ہو جب تک نہا کر نہ آؤ۔ تم کو خدا کا کلام نہیں سنایا جا سکتا۔ چنانچہ آپ نے اسی وقت غسل کیا اس کے بعد اس صحابی نے قرآن کریم سنانا شروع کیا۔ دل میں نرمی پیدا ہو چکی تھی۔ اس لئے خاتمہ سے پہلے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ وہاں سے اٹھے اور خاموشی کے ساتھ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مکان کی طرف چلے۔ آپؐ بعض اور صحابہ کے ساتھ مکان کے اندر بیٹھے وعظ نصیحت کر رہے تھے۔ کہ حضرت عمرؓ نے دستک دی۔ عمرؓ چونکہ دلیری میں مشہور تھے۔ اس لئے بعض صحابہؓ نے کہا۔ کہ یہ شخص بہت شوریدہ سر ہے۔ دروازہ نہ کھولا جائے۔ ورنہ ضرور شرارت کرے گا۔ حضرت حمزہؓ بھی بیٹھے تھے۔ انہوں نے کہا۔ پروا نہیں۔ دروازہ کھول دیا جائے۔ اگر اس نے شرارت کی۔ تو ہم بہادری میں اس سے کم نہیں ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دروازہ کھول دو۔ چنانچہ دروازہ کھولا گیا۔ اور حضرت عمرؓ اندر آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا۔ عمر! کب تک شرارتوں میں بڑھتے جاؤ گے۔ حضرت عمرؓ نے اپنی

جھکا دی۔ اور عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ میں تو آپ کا غلام بننے کے لئے آیا ہوں۔ ان کا یہ کہنا تھا۔ کہ صحابہ نے خوشی سے بیتاب ہو کر اس زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ کہ مکہ کے درو دیوار گونج اٹھے۔ اور یہ پہلا نعرہ تھا جو مسلمانوں نے بلند کیا۔ یورپین مصنف کہتے ہیں۔ کہ اسلام کی ترقی کا مدار عمرؓ کی ذات پر تھا۔ بے شک

حضرت عمرؓ کی تلوار

نے مشرق و مغرب اور ایشیاء و افریقہ میں اسلام کے سئے فتوحات کیں۔ مگر ان کو کس تلوار نے فتح کیا۔ یہ تلوار وہی صداقت اور راستی کی تلوار تھی۔ جس کے مقابلہ میں اور کوئی تلوار نہیں ٹھیر سکتی۔ پس تلوار اور دوسرے ہتھیار آپ لوگوں کی شان کے منافی ہیں۔ انبیاء کی جماعتیں ابتداء میں قربانی کیا کرتی ہیں۔ خود حملہ کبھی نہیں کرتیں۔ قرآن کریم میں آتا ہے۔ کہ مسلمان لڑائی کو موت سمجھتے تھے۔ پس مومن امن پسند ہوتا ہے اسے لوہے کے ہتھیار نہیں لھاتے۔ بلکہ اس کی محبوب تلوار صداقت کی تلوار ہوتی ہے۔ اس لئے میں جماعت کو بالعموم اور نوجوانوں کو بالخصوص نصیحت کرتا ہوں۔ کہ وہ صداقت پر قائم ہوں۔ یہ وہ تلوار ہے جو ایمان سے ملتی ہے۔ لوہے کی تلواریں روپے سے مل سکتی ہیں۔ لیکن صداقت

کی تلوار کے لئے ایمان کی ضرورت ہے جو صرف تمہارے ہی پاس ہے۔ یہ وہ دھات ہے جو حکومتوں کے خزانوں میں نہیں۔ صرف تم ہی ہو۔ جو یہ تلوار بنا سکتے اور چلا سکتے ہو۔ اس لئے اقرار کرو۔ کہ تم میں سے

ہر ایک امین اور راستباز بنے گا

پھر تمہارے دشمن بھی تمہارے آگے ہاتھ جوڑینگے اور دُنیا میں جسے کسی کام کے لئے دیانتدار آدمی کی ضرورت ہوگی۔ وہ تمہاری تلاش کرے گا صداقت اور دیانت کوئی معمولی نعمت نہیں۔ بلکہ تمام نعمتوں کی جان ہے۔ اور اگر ہمارے نوجوان اقرار کرلیں۔ کہ وُہ امین اور راستباز بنیں گے تو وہ بغیر ہتھیاروں کے دُنیا کو فتح کر سکتے ہیں۔ راستبازی قولی اور ذہنی سچائی ہے۔ اور امین بنا عملی سچائی کو چاہتا ہے۔ اگر ہمارے نوجوان یہ دونوں چیزیں اپنے اندر پیدا کرلیں۔ تو یہ سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ کہ انہیں کام نہیں ملتا نہیں چاہئے۔ کہ ثابت کردو۔ کہ احمدی راستباز اور امین ہوتے ہیں۔ پھر شدید سے شدید دشمن بھی تمہاری تلاش کرکے کام دیگا۔ ہمارے سلسلہ کا

ایک شدید دشمن اور احرار کا لیڈر

ہے۔ مگر وہ اپنے خانگی معاملات کے لئے ایک احمدی پر اعتماد کرتا ہے۔ وہ پبلک میں آکر تو یہ کہتا ہے۔ کہ کسی احمدی کا شکل نہ دیکھو۔ مگر خود ایک احمدی کے سوا کسی پر اعتماد نہیں کرتا۔ پس جہاں بھی احمدیوں نے اپنے معیار کو قائم رکھا ہے۔ دشمنوں نے بھی ان کی دیانت اور قابلیت کو تسلیم کیا ہے۔ ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے مجھے ایک رپورٹ پہونچی۔ کہ ایک احمدی افسر کے متعلق بعض لوگوں نے بہت شور مچایا۔ مگر جب بالا افسروں نے تحقیقات کی۔ تو مخالفوں کے ایک حصہ نے ہی گواہیاں دیں۔ کہ گزشتہ سالہا سال سے ایسا دیانتدار کوئی افسر ہمارے علاقہ میں آیا ہی نہیں پہلے جو بھی آتا تھا۔ رشوت لیتا تھا۔ صرف یہی ایک ہے۔ جو انصاف سے کام لیتا ہے۔ اور افسرانِ بالا کو بھی تسلیم کرنا پڑا۔ کہ وہ بہت دیانتدار آدمی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے زمانہ میں ایک دوست فوج میں ملازم تھے۔ بعض فوجی کبھی جوش میں آکر لوٹ مار بھی کرلیتے ہیں۔ اور بعض افسر فوج کی نیک نامی کے قیام کے لئے اس پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ جس کمپنی میں تھے۔ اس کا بھی اس وقت یہی حال تھا۔ لیکن

(۱) احمدی

سچا اور مخلص احمدیؐ

تھا۔ وُہ ہمیشہ سچی بات کہدیتا۔ اور اس وجہ سے ہندوستانی افسر ہمیشہ اس سے ناراض رہتے۔ اور وہ اکثر کوارٹر گارڈ میں ہی رہتا۔ ایک دفعہ ان کی فوج کوئٹہ کی طرف گئی۔ اور وہاں بعض فوجیوں کا ایک چھابڑی والے سے جھگڑا ہوگیا۔ اور انہوں نے غصہ میں آکر اُس کی چیزیں چھین لیں۔ اور اسے مارا بھی۔ پولیس نے اس معاملہ کی تحقیقات شروع کی۔ تو چند ہندوستانی افسر اس میں روکاوٹیں ڈالنے لگے۔ عدالت میں مقدمہ پیش ہوا۔ مجسٹریٹ کوئی دیانتدار انگریز تھا۔ جو چاہتا تھا۔ کہ صداقت کھلے۔ دوکانداروں نے اُسے بتایا۔ کہ فوجیوں کے ساتھ ایک شخص ایسا بھی تھا کہ جو ان کو اس کام سے منع کرتا تھا۔ مجسٹریٹ نے فوجی افسروں کو لکھا۔ کہ وہ شخص کہاں ہے۔ اُسے پیش کیا جائے جواب میں لکھا گیا۔ کہ وہ سزایاب ہے۔ اور کوارٹر گارڈ میں ہے۔ مجسٹریٹ نے لکھا۔ کہ اسے گواہی کے لئے بھیجدو۔ چنانچہ وہ پیش کیا گیا۔ تو مجسٹریٹ نے اُسے پوچھا۔ کہ تم سزایاب کیوں تھے۔ اس نے صاف کہدیا۔ کہ اسی لئے کہ گواہی نہ دے سکوں۔ اور پھر صاف بات بتادی۔ مجسٹریٹ نے اس کے افسروں کو لکھا۔ کہ معلوم ہوتا ہے۔ اس شخص کی آپ کے ہاں کھپت نہیں۔ اسے

ڈسچارج کر دیا جائے۔ تو میں اسے پولیس میں افسر بنانا چاہتا ہوں۔ اور اسے ڈسچارج دلاکر پولیس میں ایک اچھے عہدہ پر مقرر کرا دیا اور اس طرح راستی کی بدولت وہ مالی لحاظ سے بھی فائدہ میں رہا۔ پس صداقت ایک ایسی چیز ہے۔ جو دلوں کو فتح کرتی ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ

سید عبدالقادر صاحب جیلانی

ابھی بچے تھے۔ کہ ان کی ماں نے ان کو ان کے ماموں کے پاس تجارت سیکھنے کی غرض سے ایک قافلہ کے ساتھ بھیجا۔ اور چالیس پونڈ ان کی گدڑی میں سی دیئے۔ رستہ میں قافلہ لٹ گیا۔ ایک ڈاکو نے ان سے پوچھا کہ تمہارے پاس بھی کچھ ہے۔ انہوں نے صاف کہہ دیا کہ ہاں چالیس پونڈ ہیں۔ اسے اعتبار نہ آیا اور گھور گھار کر چلا گیا۔ پھر کسی اور نے یہی سوال کیا۔ اور آپ نے یہی جواب دیا۔ آخر ڈاکو ان کو پکڑ کر اپنے افسر کے پاس لے گئے اس نے پوچھا کہ تمہارے پاس واقعی چالیس پونڈ ہیں۔ یا یونہی کہتے ہو۔ آپ نے کہا میرے پاس ہیں۔ اسی لئے کہتا ہوں۔ اس نے کہا کہاں ہیں۔ تو آپ نے کہا گدڑی میں میری ماں نے سی دیئے تھے گدڑی کھولی گئی۔ تو چالیس پونڈ نکل آئے۔ افسر کو حیرت ہوئی اور اس نے کہا کہ تم بہت بے وقوف ہو۔ تم نے کیوں نہ کہہ دیا۔ کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ جب میرے پاس تھے۔ تو میں جھوٹ کس طرح بول دیتا۔ اس بات کا اس چور پر اتنا اثر ہوا کہ اس نے جھٹ توبہ کر لی۔ اور یہی وہ واقعہ ہے جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ نے چوروں کو قطب بنا دیا۔ پس امانت اور راستی بڑی عجیب چیزیں ہیں۔ اور ایسی تلواریں ہیں۔ جن سے تم قوی سے قوی دشمن کو قتل کر سکتے ہو۔ اور پھر تم جسے قتل کرو گے وہ لمبی زندگی پائے گا۔ ابوجہل وغیرہ نے لوہے کی تلوار سے مسلمانوں کو مارا مگر خود مر گئے لیکن صداقت کی تلوار سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن لوگوں کو مارا۔ وہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہو گئے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر عمر عثمان۔ علی رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ پس تم صداقت کی تلوار ہاتھ میں لو۔ اور قتل عام کرتے جاؤ۔ تمہارا یہ

قتل عام

دنیا کے لئے بہت بڑی برکات کا موجب ہوگا۔ پس اپنے مقام کو سمجھو۔ تم دنیوی بادشاہوں کے سپاہی نہیں ہو۔ بلکہ اللہ تعالے کے سپاہی ہو۔ اور تمہارے لئے سب سے بڑی تلوار قرآن اور صداقت کی تلوار ہے۔ اسے لے کر دنیا میں نکلو۔ پھر تمہارے اندر ایسی تاثیر پیدا ہو جائے گی۔ کہ تمہارے مقابل پر آنے والا خود بخود مرعوب ہوتا چلا جائیگا بے شک یہ بہت بڑا کام ہے۔ مگر ہمارے خدا میں سب طاقتیں ہیں۔ جھوٹ کے سمندر میں ڈوبے ہوئے انسانوں کے لئے یہ ناممکن ہے۔ کہ سچائی کی کشتی میں بیٹھ سکیں۔ مگر وہ خدا جس نے نوح کے زمانہ میں ایک کشتی تیار کرائی۔ اور جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نوح کا نام دیا اس کے لئے یہ ناممکن نہیں کہ ایک ایسی کشتی تمہیں دے دے۔ جس سے تم نہ صرف خود اس سمندر سے نکل جاؤ۔ بلکہ اوروں کو بھی نکال لو۔ پس میں اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ ہم پر اپنا فضل نازل کرے۔ اور ہمیں

سچائی پر قائم ہونے کی توفیق

عطا فرمائے۔ اور صداقت کی تلوار عطا کرے۔ جس کے مقابلہ میں شیطانی تلوار اور کینہ و کپٹ اور بغض و عناد کی تلواریں نہ ٹھہر سکیں۔ تا اس کی حکومت پھر قائم ہو۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور پھر دنیا میں پھیلے۔

تحریک جدید پر لبیک کہنے والے مخلصین سے ضروری گذارش

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی تحریک جدید پر لبیک کہنے والے مخلصین کی خدمت میں گذارش ہے۔ کہ وہ مندرجہ ذیل امور ملحوظ رکھیں۔ اول۔ جن دوستوں نے اپنے وعدہ کی رقوم کی جلد ادائیگی کا یقین دلایا تھا۔ ان میں سے اکثر احباب نے اگرچہ چندہ ادا کر دیا ہے۔ لیکن بعض احباب کی طرف سے ابھی وعدہ کے ایفا کا انتظار ہے۔ انہیں چاہیئے کہ وہ بھی جلد تر اپنے وعدہ کو پورا کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کریں۔ دوئم۔ چندہ تحریک جدید کو قسط وار ادا کرنے والے دوست اگر اپنے اخراجات میں تنگی برداشت کر کے یکمشت چندہ ادا کر دیں یا بجائے یکم دسمبر ۳۶ء تک چندہ ادا کرنے کے سال کے پہلے مہینوں میں ہی چندہ کی ادائیگی سے سبکدوش ہو جائیں۔ تو علاوہ اس کے کہ سلسلہ کو فائدہ پہنچے گا۔ انہیں بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے زیادہ ثواب ملے گا۔ سوم۔ جن دوستوں کا وعدہ دوران سال میں چندہ ادا کرنے کا ہے۔ مگر انہوں نے تا حال ادائیگی کا کوئی وقت مقرر نہیں کیا۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ دوران سال میں سے تین ماہ سے زائد عرصہ گذر چکا ہے۔ اور ان کا فرض ہے کہ وہ ادائیگی کا وقت مقرر کر کے مرکز کو اطلاع دیں۔ امید ہے کہ وہ احباب جنہوں نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی آواز من انصاری الی اللہ کے جواب میں نحن انصار اللہ کہا ہے وہ اپنے وعدوں کا جلد تر ایفا کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعا اور خوشنودی حاصل کریں۔

(فنانشل سیکرٹری تحریک جدید قادیان)

انڈین ڈائرکٹری

۱۹۳۶ء کی نئی اردو ایڈیشن جس میں ہزارہا ہندوستانی تاجروں کارخانہ داروں ۔ سوداگروں اور مینوفیکچروں کے مکمل ایڈریس معہ کاروباری تفصیل بہترین اور کارآمد تجارتی معلومات ۔ مشہور شہروں اور تمام ریاستوں کے مکمل گائیڈ بے شمار تاریخی وجغرافیکل مضامین کے علاوہ ممالک غیر کے پتہ جات درج کئے گئے ہیں ۔ کاروباری دنیا خصوصاً ایجنٹوں ۔ مینوفیکچروں اور اشتہار بازوں کے لئے یہ کتاب ازحد مفید اور کارآمد اور دلچسپ ثابت ہوگی ۔ بڑے سائز کے ۔۔۔ صفحے مجلد قیمت صرف ایک روپیہ ۔ علاوہ محصول ڈاک ۔ ہر خریدار کو ایک سال کے لئے رسالہ رہنمائے تجارت مفت ارسال کیا جائے گا ۔

منگوانے کا پتہ :- **ڈائرکٹری پبلشنگ ہوس قیصری باغ روڈ امرتسر**

ضرورت باورچی

ایک احمدی ڈاکٹر کے واسطے مطلوب ہے ۔ جو کچھ انگریزی کھانے بھی پکا سکے ۔ ۔ درخواست کے ساتھ دو آنے کے ٹکٹ آنے چاہئیں ۔ مفتی محمد صادق قادیان

سونا دو روپیہ تولہ

جرمنی کی ایجاد
کیمیکل گولڈ سونے کی چوڑیاں

ان کو کاریگر نے اس خوبصورتی کے ساتھ بنایا ہے ۔ کہ ہاتھ چوم لینے کو جی چاہتا ہے پانچ روپے کی چوڑیاں بنوا کر ان کے سامنے رکھ دو ۔ پھر دیکھو کونسی خوبصورت معلوم ہوتی ہیں ۔ تجربہ کار ساہوکار بھی یکایک یہ نہیں کہہ سکتا ۔ کہ یہ سونے کی نہیں ۔ نازک نازک ہاتھوں میں پہنا کر ان کی بہار دیکھئے ۔ ہر گھڑی ایک نئی طرز معلوم ہوتی ہے کلائی پر نور برستا ہے ۔ کہ سب کی نظر ان پر نہ پڑے تو بات نہیں ۔ چمک دمک رنگ روپ مثل سونے کے قائم رہتا ہے ۔ قیمت ایک سٹ بارہ چوڑیاں ۔ تین روپیہ ۔ تین سٹ پر ایک سٹ انعام

محصول ڈاک ۔ فرمائش کے ساتھ ٹکٹ ضرور روانہ کریں ۔ پتہ :-

محمد شفیق اینڈ کو روڑکی (یوپی)

آب بقا نوری

یہ دوا تمام قسم کے دردوں مثلاً درد معدہ ۔ درد جگر ۔ دردسر ۔ درد دندان اور ہیضہ ۔ طاعون ۔ ملیریا ۔ اور بھڑ بچھو ۔ سانپ وغیرہ کے کاٹے کو فوراً تسکین بخشتی ہے ۔ ہزارہا لوگ اس کو روزانہ استعمال کرتے اور اس کے معجزنما اثرات کے مصدق و معترف ہیں ۔ تجربۃً ایک شیشی آپ بھی منگائیے ۔ قیمت فی شیشی ۱۲ علاوہ محصول

سرمہ زنگاری

دھند ۔ غبار ۔ پانی بہنا ۔ بیامیٔ چشم ۔ ککرے اور ضعف بصارت میں اکسیر ہے ۔ اس کا روزانہ استعمال عینک کی عادت چھڑا دیتا ہے ۔ قیمت فی تولہ ۱۲

پتہ :- **منیجر مسیحائی دواخانہ چوک بازار بھوپال**

مژدہ جانفزا

ہم نے ہندوستان کے تجارتی اور اقتصادی پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک بڑے پیمانے پر ہر قسم کے خوشبودار اور دماغی کمزوریوں کو دور کرنے کے لئے تیل اور عطریات کا ایک کارخانہ کھولا ہے ہمارا دعویٰ ہے کہ آج سے پیشتر ایسے خالص تیل بنانے والا کارخانہ ہندوستان میں نہیں بلکہ یورپ کے کسی حصہ میں بھی نہیں ہوگا ہر ہندوستانی کا فرض ہے ۔ کہ اپنے ملک کی تجارت کو فروغ دینے کے لئے ہمارے کارخانہ کا اصل تیل "جان جہاں ہیر آئل رجسٹرڈ" استعمال کرے قیمت فی شیشی ۱۲ ۔ ملنے کا پتہ

ماسٹر اللہ رکھا کشمیری بازار لاہور

نوٹس زیر دفعہ ۱۲ مطابق قاعدہ نمبر ۱ ایکٹ امداد مقروضین پنجاب ۱۹۳۴ء

بحکم رائے صاحب لالہ شو شنکر صاحب بہادر چیئرمین مصالحتی بورڈ گڑھ شنکر

بذریعہ نوٹس ہذا مطلع کیا جاتا ہے کہ حینا ولد جیدو ذات جٹ ساکن موضع لوہ گڑھ تحصیل گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور نے درخواست زیر دفعہ ۹ ایکٹ مذکور دی ہے اور بورڈ نے ۳۶/۴/۴ تاریخ بمقام گڑھ شنکر برائے سماعت درخواست مذکور مقرر کی ہے ۔ تمام قرض خواہان مقروض مذکور یا دیگر اشخاص واسطہ دار کو چاہیئے ۔ کہ تاریخ مقررہ پر بورڈ کے روبرو اصالتاً حاضر ہوں ۔ مورخہ ۳۶/۳/۱۴

(مہر عدالت) (دستخط)

الحمد للہ کتاب

محامد خاتم النبیین

شائع ہوگئی ہے

جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی عظمت وشان کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کا ۳۸۸ صفحات کا مجموعہ ہے ۔ یہ کتاب ڈیمی کاغذ پر بہترین لکھائی اور چھپائی کے ساتھ عام کتابی سائز یعنی ۲۶x۲۰/۸ سائز پر شائع ہوئی ہے قیمت بے جلد صرف ایک روپیہ ۔ جلد کی قیمت مطابق قسم جلد ۴ ، ۶ اور ۸ اس کے علاوہ اس وقت رسالہ درود شریف جو ۲۴۴ صفحات پر مشتمل ہے رعایتی طور پر صرف ۶ کو اور رسالہ تبدیلئے عقائد مولوی محمد علی صاحب معہ جواب الجواب مکمل جو ۲۴۴ صفحات کا ہے ۔ صرف ۵ کو اور مجلد ۶ کو ۔

نیز نقشہ آبادی قادیان کاغذ قسم اعلیٰ ۱۲ کو قسم دوم ۸ کو اور قسم سوم ۶ کو ایشیائی کتب خانہ ۔ کتاب گھر ۔ احمدیہ بک ڈپو اور دیگر تمام تاجران کتب قادیان سے مل سکتا ہے ۔

محمد احمد و عبد الکریم پسران مولوی محمد اسمٰعیل صاحب قادیان

فلیل

سورج چھاپ ۔ چاند چھاپ ۔ ستارہ چھاپ

سلکی دسوتی ۱۲ پونڈ ۔ /۲۵ روپیہ سلکی دسوتی ۱۵ پونڈ ۔ /۲۵ روپیہ صرف سوتی ۲۰ پونڈ ۔ /۲۵ روپیہ

داموں میں اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے خوبصورت اور نفیس لباس بنوائیے ۔ تازہ عمدہ اور ارزاں کٹ پیس صرف ان چھاپ شدہ بنڈلوں سے ملے گا ۔ اور ادھر ادھر سے ردی اور برائے نام بنڈل منگوا کر اپنا روپیہ ضائع نہ کیجئے ۔

فیملی کٹ پیس بنڈل

چھ روپے فی بنڈل پیشگی آنے چاہئیں ۔

منیجر دی امپیریل یونائیٹڈ کمپنی کراچی

یوم التبلیغ ۲۹ مارچ ۱۹۳۶ء کیلئے

ارزاں ترین تبلیغی لٹریچر

از تصانیف حضرت مسیح موعود علیہ السلام

زندہ نبی } عیسائیوں کے متعلق لطیف مضمون فی سینکڑہ ۱۲ار

زندہ مذہب و زندہ نبی } اسلام اور بانیٔ اسلام کی عظمت کو نہایت زبردست پیرائے میں بیان ہے قیمت ۵ر رعایتی فی سینکڑہ عنہ

اسلامی اصول کی فلاسفی۔ اردو فی سینکڑہ عنہ

" " گورمکھی " عنہ

" " ہندی " عنہ

تبلیغی درثمین اردو فی سینکڑہ چھ روپیہ

لا الٰہ الا اللّٰہ پر لطیف تقریر قیمت ۳ر فی سینکڑہ عنہ

سناتن دھرم۔ لطیف مضمون قیمت ار " سے

اولوالعزم نبی۔ دلچسپ ٹریکٹ فی سینکڑہ ۱۲ار

کشتی نوح فی ار فی سینکڑہ ستے ر چھ روپیہ

ابطال الوہیت مسیح مولفہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل قیمت ۱۲ار فی سینکڑہ چھ روپیہ

اسلام اور دیگر مذاہب پر عظیم الشان لیکچر از حضرت حافظ روشن علی صاحب مرحوم قیمت ۳ر فی سینکڑہ چھ روپیہ

صداقت اسلام پر شہادت لیکھرام مع تصویر۔ رعایتی فی سینکڑہ دو روپیہ

تبلیغی ہمدردانہ خط مولفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب فی سینکڑہ عہ

اہل اسلام کس طرح ترقی کر سکتے ہیں۔ ایک تبلیغی رسالہ مجلد مع خوبصورت فی سینکڑہ چار روپیہ

" بے جلد " " تین روپیہ

انسان کامل مولفہ میر محمد اسحاق صاحب نہایت ہی موثر اور دلچسپ مضمون ۲ر آٹھ روپیہ سینکڑہ

آٹھ قسم تبلیغی ٹریکٹ جس میں تمام مسائل اختلافی پر مختصر مگر تسلی بخش مضمون ہیں فی سینکڑہ ہر ایک صرف ۵ر

تحفۃ النصاریٰ رد عیسائیت میں زبردست تصنیف قیمت عہ ر رعایتی ۸ر

ٹریکٹ محمد عربی صلعم حضرت خلیفہ اول کا لطیف مضمون فی سینکڑہ عہ

از تصنیف حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

چشمۂ توحید۔ نہایت لطیف مضمون قیمت ۲ر فی سینکڑہ عنہ

ہندو مسلم اتحاد پر زبردست لیکچر قیمت ۸ر رعایتی ۳ر

ایک سیاسی لیکچر قیمت ار فی سینکڑہ چھ روپیہ

پیغام آسمانی۔ دعوۃ اسلام اور احمدیت قیمت ۲ر فی سینکڑہ عنہ

سیرت النبی نہایت لطیف اور بے نظیر مضمون قیمت عہ رعایتی ۱۰ر

محسن اعظم نہایت شاندار ٹریکٹ قیمت رعایتی فی سینکڑہ عہ

ہندوؤں اور آریوں کے متعلق

آئینہ اسلام } اسلام پر اعتراضات کا تسلی بخش جواب قیمت ۱۲ار رعایتی ۶ر

آئینہ سماج } مسٹر گاندھی کی رائے کی تائید میں ویدوں اور ستیارتھ وغیرہ کے بیسیوں حوالجات اصل قیمت ۸ر رعایتی ۴ر

گوشت خوری } پر جناب میر محمد اسحاق صاحب کا لطیف مضمون۔ قیمت ار فی سینکڑہ ستے ر

رد تناسخ قیمت ار فی سینکڑہ عہ

برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول قیمت ۲ر فی سینکڑہ آٹھ روپیہ

عظیم الشان نئی تصانیف

مفتاح القرآن۔ قرآن کریم کی مکمل اور مفصل فہرست الفاظ مع حوالجات دآیات متعلقہ۔ قرآن کا کوئی لفظ بھی یاد ہو۔ فوراً آیت نکل سکتی ہے قیمت رعایتی تین روپے

سیرت المہدی حصہ اول جس کی عرصہ سے احباب کو انتظار تھی۔ اب دوبارہ ترمیم و تصحیح کر کے مع مزید مفید نوٹوں کے چھپ کر تیار ہو گئی ہے۔ قیمت عہ مجلد عہ

فتاویٰ مسیح موعودؑ۔ حضرت اقدس کے تمام فتاویٰ مع حوالجات از سر نو مرتب کر کے شائع کیا گیا ہے۔ قیمت عہ مجلد عہ

ذکر الٰہی ۲ر } حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی پُر معارف

قبولیت دعا کے طریق ار } تقریریں

حضرت مسیح موعودؑ کے تمام انعامی چیلنج کا مجموعہ قیمت ار

شاہ حبش کو دعوۃ اسلام۔ نہایت دلنشین پیرائے میں فضائل اسلام اور فضائل نبوی صلعم کا بیان ہے۔ فی سینکڑہ ۱۰ر

مکمل فہرست کتب سلسلہ تیار ہے اکٹھا پیکٹ منگالیں

کتاب گھر قادیان

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب چودھری محمد عظیم صاحب

نائب تحصیلدار باختیار اسسٹنٹ کلکٹر

درجہ دوم نوشہرہ کلاں

نند لال ولد پنڈت رام چند قوم برہمن سکنہ ویروکے تحصیل وزیر آباد

بنام

پر بھدیال وغیرہ ساکنان ایضاً

درخواست تقسیم اراضی جمعبندی ۱۲-۱۹۱۱ء

اراضی مندرجہ کھاتہ ۷ واقعہ چک ویروکی چنیہ

تحصیل گھیرانوالہ

مقدمہ مندرجہ بالا عنوان میں پایا گیا ہے۔ کہ مدعا علیہم پر بھدیال ولد پنڈت رام چند برہمن بمختاری بخشی رام پسر خود سکنہ ویروکے و گوکل چند ولد لالہ گنگا رام کھتری سکنہ چاہل کھنہ و سندر داس ولد گوپال داس قوم برہمن سکنہ حال گھیرانوالہ دانستہ تعمیل سے گریز کرتے ہیں۔ لہٰذا بذریعہ اشتہار ہذا ان کو مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ وہ مورخہ ۲-۴-۳۶ کو حاضر عدالت ہذا ہو کر پیروی و جوابدہی مقدمہ کی کریں۔ اگر تاریخ مقررہ پر حاضر نہ آوینگے۔ تو کارروائی یکطرفہ برخلاف انکے عمل میں لائی جاوے گی۔

آج بہ ثبت ہمارے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔ ۶-۳-۳۶

دستخط (مہر عدالت)

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں!

حیدر آباد ۱۴ مارچ۔ لتور ریاست حیدر آباد میں ہندو مسلم فساد ہو گیا۔ دو گھنٹے تک فریقین سے ایک دوسرے پر حملے ہوتے رہے۔ پولیس کے خاص انتظامات کی وجہ سے صورت حالات پر قابو پا لیا گیا۔ ایک سب انسپکٹر پولیس اور متعدد اشخاص مجروح ہوئے۔ شہر میں مسلح پولیس متعین کر دی گئی ہے۔

لنڈن ۱۴ مارچ۔ آج لوکارنو کانفرنس کونسل کا اجلاس شروع ہوا۔ صدر نے فرانس اور بیلجیم کے تار پڑھ کر سنائے۔ جن میں لکھا تھا۔ کہ جرمنی نے معاہدات وارسائی اور لوکارنو کی خلاف ورزی کی ہے۔ وزیر خارجہ برطانیہ مسٹر ایڈن نے کہا۔ کہ ہمارے خیال میں لوکارنو اور وارسائی کے معاہدوں کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔ اگر دوسری طاقتیں ہماری اس رائے سے متفق ہوں تو کونسل اسی سوال پر غور کرے گی کہ حالات کا کس طرح مقابلہ کیا جائے۔

نوشہرہ ۱۴ مارچ۔ نوشہرہ چھاؤنی کے نزدیک ایک پٹھان سے جو کچھ اسلحہ علاقہ غیر سے برطانوی حدود میں لا رہا تھا۔ ۹ بندوقیں اور ۴۰۰ کارتوس برآمد ہوئے۔ دو پٹھانوں کو گرفتار کیا گیا ہے۔

اسمارہ ۱۴ مارچ۔ اطالوی افواج کوشش کر رہی ہیں کہ برسات شروع ہونے سے پہلے حبشہ کے جس قدر علاقہ پر ہو سکے قبضہ کر لیں۔ فوج کا ایک حصہ برطانوی مصری سوڈان کی سرحد کے ساتھ ساتھ ٹوگرہ کی طرف جا رہا ہے اور باقی فوجیں چار حصوں میں آگے بڑھ رہی ہیں۔

کلکتہ ۱۴ مارچ۔ کلکتہ کارپوریشن کے انتخابی جلسہ کے سلسلہ میں جب کہ مسٹر سرت چندر بوس اور مسٹر جے ایم سین گپتا تقریر کرنے کی غرض سے آئے۔ تو کانگرس کے مخالفوں نے مظاہرہ کیا۔ اور نعرے بلند کئے۔ اس گڑبڑ میں مسٹر بوس پر پتھر پھینکا گیا۔ جس سے ان کے سر پر زخم آیا۔ مسٹر سین گپتا پر راکھ کا بھرا ہوا تھیلا پھینکا گیا۔ متعدد اشخاص کو معمولی چوٹیں آئیں۔

لاہور ۱۴ مارچ۔ کل مسٹر سیل سشن جج لاہور نے مسجد شہید گنج کی جگہ سکھوں کے تعمیر کردہ چبوترہ کا معائنہ کیا۔ سکھ وکلاء ڈاکٹر محمد عالم اور سید عنایت شاہ بھی ساتھ تھے۔ تمام مقامات کا ڈیڑھ گھنٹہ کے قریب معائنہ کیا گیا۔ ۲۰ مارچ کو سید عنایت شاہ صاحب کی درخواست پر بحث ہوگی۔

لاہور ۱۴ مارچ۔ معلوم ہوا ہے کہ سر ہربرٹ ایمرسن گورنر پنجاب چھ ماہ کی رخصت پر جا رہے ہیں۔ سر ہنری کریک ہوم ممبر قائم مقام گورنر پنجاب کی حیثیت سے کام کریں گے۔

امرتسر ۱۴ مارچ۔ کل مسجد خیر الدین میں مجلس اتحاد ملت اور نیلی پوشان کے زیر اہتمام ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں احرار نے سخت فتنہ انگیزی کی۔ مولوی ظفر علی خاں کے گلے کے ہار توڑ دئے گئے۔ اور جلسہ میں ہاتھا پائی بھی ہوئی۔ مولوی ظفر علی خان کی تقریر کے دوران میں احراریوں نے تقریباً ایک گھنٹہ متواتر شور و غل سے تقریریں روکا دیں۔ چند احراریوں نے مولوی صاحب کے گلے میں ہاتھ ڈالا اور ہار توڑ ڈالے۔ پبلک نے ان پر بہت لعنت و پھٹکار کی۔ جلسہ کے اختتام کے بعد خاکساروں اور نیلی پوشوں کے جلوس نے "مجلس احرار مردہ باد" "حبیب الرحمٰن مردہ باد" "عطاء اللہ مردہ باد" "مولانا ظفر علی خاں زندہ باد" کے نعرے لگائے۔

برلن ۱۴ مارچ۔ ہر ہٹلر کے رائن لینڈ کے علاقہ سے برلن واپس آجانے سے حیرت و استعجاب کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ آج شام ہر ہٹلر نے اعلیٰ افسروں سے گفت و شنید کی۔ لیکن کابینہ کے اجلاس کے انعقاد کی سرکاری طور پر تردید کی گئی ہے۔

الہ آباد ۱۴ مارچ۔ سیاسیات یورپ کی پیچیدہ صورت حالات پر اظہار خیالات کرتے ہوئے پنڈت جواہر لال نہرو نے کہا حکومتیں نوآبادیات پر قبضہ جما رہی ہیں۔ اور انہیں اپنے قبضہ میں رکھنے کی کوشش کر رہی ہیں لیکن نوآبادیات سے محروم حکومتیں ان میں برابر کی شریک ہونے کے لئے جد و جہد کر رہی ہیں۔ پنڈت جواہر لال یوپی کانگرس کمیٹی میں شرکت کی غرض سے لکھنؤ کو روانہ ہو گئے ہیں۔

لنڈن ۱۴ مارچ۔ جرمنی کے علاوہ معاہدہ لوکارنو پر دستخط کرنے والے دوسرے ممالک میں سمجھوتہ کے قیام کی امید ہے۔ لوکارنو کونسل کے مندوبین اس باب میں سرگرم کار ہیں۔

لنڈن ۱۴ مارچ۔ سر تھامس انسکپ کو ملکی دفاع کی جامعیت کا وزیر بنایا گیا ہے۔ وہ کابینہ میں داخل ہو جائیں گے۔

نئی دہلی ۱۴ مارچ۔ معلوم ہوا ہے کہ ۸ اپریل کو کونسل آف سٹیٹ اور اسمبلی کے ممبران کے سامنے ہز ایکسیلنسی وائسرائے ہند تقریر کریں گے۔ اور یہ ان کا الوداعی ایڈریس ہوگا۔

بمبئی ۱۴ مارچ۔ بمبئی کے ایکٹ انسداد جوئے بازی کو گورنر جنرل با اجلاس کونسل نے منظور کر دیا ہے۔ اس ایکٹ کی رو سے پولیس بغیر وارنٹ جوئے خانوں پر چھاپہ مار سکے گی۔

واشنگٹن ۱۴ مارچ۔ صوبجات متحدہ امریکہ کی سینیٹ نے محکمہ حربیہ کے لئے ساٹھ کروڑ ڈالر منظور کئے ہیں۔ صلح کے زمانے میں اس سے قبل اتنی بڑی رقم جنگی مصارف کے لئے منظور نہیں کی گئی۔ اس رقم میں سے ساڑھے سولہ لاکھ فوج کو وسیع اور منظم کرنے کے اخراجات وضع کئے جائیں گے۔

جموں ۱۴ مارچ۔ تازہ اطلاع مظہر ہے۔ کہ تحصیل کرناہ (کشمیر) میں تقریباً ۴۰ آدمی ژالہ باری سے ہلاک ہو گئے۔

کانبرا ۱۴ مارچ۔ جرمنی کے اس مطالبہ پر رائے زنی کرتے ہوئے کہ اس کی نوآبادیات واپس دے دی جائیں۔ آسٹریلیا کے وزیر خارجہ نے سینیٹ میں بیان کیا۔ کہ آسٹریلیا جرمنی کی نوآبادیات چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔

لنڈن ۱۴ مارچ۔ دار العوام میں اعلان کیا گیا ہے۔ کہ ۲۱ اپریل کو برطانوی بجٹ پارلیمنٹ میں پیش کیا جائے گا۔

پیرس ۱۴ مارچ۔ فرانس اور روس کے درمیان معاہدہ کو جسے چیمبر منظور کر چکا ہے۔ سینیٹ نے بھی تصدیق کر دی ہے۔ سرکاری حلقے اس امر سے انکار کرتے ہیں کہ یہ معاہدہ جیسا کہ حکومت جرمنی کی یادداشت میں ظاہر کیا گیا ہے۔ فوجی اتحاد ہے۔

لنڈن ۱۴ مارچ۔ مسٹر ایڈن وزیر خارجہ برطانیہ کے جرمنی کے سامنے یہ تجویز پیش کی ہے۔ کہ جرمنی اپنی کچھ فوج رائن لینڈ سے واپس بلا لے۔ اور اس بات کا وعدہ کرے۔ کہ جتنا عرصہ معاہدہ کی گفت و شنید کے لئے ضروری ہے۔ وہ اس میں رائن لینڈ کی قلعہ بندی نہیں کرے گا۔

برلن ۱۴ مارچ۔ جرمنی نے برطانیہ کی تجاویز کے جواب میں کہا ہے۔ کہ جرمن گورنمنٹ رائن لینڈ پر عارضی یا مستقل حکومت کے دائرہ کو محدود کرنے کے متعلق کوئی گفت و شنید کرنے کے لئے تیار نہیں۔ رائن لینڈ کے علاقہ کے شہر بیڈن اور دوسرے حصوں کے باشندوں کو ہر ہٹلر کی تقریر سننے کیلئے شہر کارلسروہی پہنچانے کے لئے سپیشل ٹرینیں چلائی گئیں۔ ہر ہٹلر نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ سب سے پہلے جرمنی اور فرانس کا ایک سطح پر ہونا ضروری ہے۔

کوپن ہیگن ۱۴ مارچ۔ مہاراجہ کوپن ہیگن نے اخبارات کے متعلق ایک نیا حکم جاری کیا ہے جس کی رو سے اخبار نکالنے کے لئے لائسنس لینا پڑے گا۔ اور یہ لائسنس کسی وقت بھی منسوخ ہو سکے گا۔

روما ۱۴ مارچ۔ بیان کیا جا رہا ہے کہ اٹلی اس صورت میں جرمنی کے خلاف تعزیرات نافذ کرنے کی حمایت کرے گا۔ اگر معاہدہ لوکارنو کی طاقتیں حبشہ کے معاملہ میں اس کے خلاف تعزیرات کو واپس لے لیں گی۔ یہاں اس امر کا یقین کیا جاتا ہے۔ کہ برطانیہ جرمنی کے خلاف تعزیرات کے نفاذ کی مخالفت کرے گا اٹلی تو پہلے ہی جرمنی کے خلاف تعزیرات نافذ کرنے کے خلاف ہے۔

لاہور ۱۴ مارچ۔ کل پنجاب کونسل میں مطالبہ زرمیں تخفیف کی تحریک پیش کی گئی جس کا مقصد صوبہ پنجاب میں شراب کی قطعی ممانعت کرنا تھی۔ آراء شماری پر تحریک گر گئی اور اصل مطالبہ زر پاس ہو گیا۔

لنڈن (بذریعہ ڈاک) برطانوی اخبار ایشیا لنڈن السٹریٹڈ نیوز لکھتا ہے۔ کہ سر آغا خان جدید ہندوستانی پارلیمنٹ کے انتخابات میں حصہ لیں گے۔ اور کراچی کے حلقے سے انڈیپنڈنٹ مسلم امیدوار ہوں گے۔

لکھنؤ ۱۴ مارچ۔ یوپی پراونشل کانگرس کمیٹی کے آئندہ اجلاس میں پنڈت جواہر لال نہرو کو یوپی کانگرس کا صدر منتخب کرنے کی تجویز کی جائے گی۔

(عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا) ایڈیٹر غلام نبی